ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

تذکرۃ الرشید

سوانح قدوۃ العلماء زبدۃ الفقہاء فخر المحدثین قطب العالم

حضرت مولانا الحاج الحافظ رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہ

تالیف

حضرت الحاج مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نور اللہ مرقدہ

ادارہ اسلامیات

لاہور — کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا وشفیعنا محمداً عبدہ ورسولہ۔ اما بعد

بندہ سراپا تقصیر عاشق الٰہی عفا اللہ عنہ جملہ اہل اسلام کی خدمت میں عموماً اور برادران طریقت کی بارگاہ میں خصوصاً کمال ادب کے ساتھ عرض رساں ہے کہ قطب العالم قدوۃ العلماء غوث الاعظم اسوۃ الفقہاء جامع الفضائل والفواضل العلیہ مجمع الصفات والخصائل البہیۃ السنیہ حامی دین مبین مجدد زمان وسیلتنا الی اللہ الصمد الذی لم یلد ولم یولد شیخ المشائخ مولانا الحافظ الحاج المولوی رشید احمد صاحب محدث گنگوہی قدس سرہ العزیز کی وفات ایسی وفات نہ تھی جسکا صدمہ کسی خاص حصۂ ملک یا مخصوص جماعت باشندگان تک قاصر رہا ہو چونکہ اس جانکاہ واقعہ اور روح فرسا سانحہ نے حسب مدارج تعلق دین ومحبت سنت نبویہ تمام مسلمانان ہند ودیگر بلاد کے دلوں کو تڑپایا اور رنج پہونچایا تھا اسلئے اس دلگداز صدمے سے خدام کے قلوب نے ابھی قرار بھی نہیں پکڑا تھا کہ چہار طرف سے معدن کمال کی سوانح مرتب کرنے کی خواہش وتمنا بلکہ اصرار والحاح کی آوازیں گونجیں اور تقاضے شروع ہو گئے۔ اس مبارک صدا کا بلند ہونا حقیقت میں ایک طبعی وفطری بات تھی جسپر قدرت نے دلوں اور زبانوں کو اس جانب متوجہ کیا تھا مگر بوجوہات چندان شوق بھری درخواستوں کی تعمیل یعنی گنگوہی بارگاہ علیہ وآستانہ قدسیہ کے حالات کی تسطیر میں کچھ دشواریاں اور دقتیں ایسی تھیں جنکا انحلال بشری قوت سے باہر تھا۔

اس زمانہ نے ایک جگہ کی دوسری جگہ بلکہ ایک ملک کی دوسرے ملک میں خبریں معلوم ہو جانیکے وسائل اس کثرت سے مہیا کر دیے ہیں کہ سطح زمین کا ہر آباد حصہ دنیا بھر کے بھلے برے حالات گھر بیٹھے

معلوم کر سکتا ہے اور انہیں ذرائع نے ہندوستان کے گوشہ گوشہ اور دیگر ممالک کے مشاہیر بلاد میں یہ مضمون صاف اڑا دیا تھا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ کا توکل میں صبر و قناعت میں ریاضت و عبادت میں تقویٰ و طہارت میں مجاہدہ میں استقامت میں استغنا میں حب فی اللہ و بغض فی اللہ میں جسطرح کوئی مثل نہیں اسی طرح تبحر علمی میں وسعت نظر میں تفقہ میں تحدیث میں عدالت و ثقاہت میں حفظ و اتقان میں فہم و فراست میں اور روایت و درایت میں بھی کوئی نظیر نہ تھا پس بے نظیر شیخ وقت اور بے عدیل قطب زماں کی سوانح کوئی لکھے تو کیا لکھے بھلا جس مجسم نور اور سرتاپا کمال کا عضو عضو اور رواں رواں ایسا حسین ہو کہ عمر بھر تکٹکی باندھ کر دیکھنے سے بھی سیری نہ ہو سکے اسکے کوئی محاسن بیان کرے تو کیا بیان کرے ؎

فدا ہو آپ کی کس کس ادا پر
ادائیں لاکھ اور بیتاب دل ایک

ہمارے معزز مخدوم مولانا المولوی محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی زید فضلہ سے جب کبھی کسی مخلص دوست نے عرض کیا کہ اس مہتم بالشان کام کی تکمیل آپ ہی کے مبارک ہاتوں ہو سکتی ہے کیونکہ حضرت قدس سرہ کا آپکے ساتھ پدرانہ شفقت برتنا، آپ کا قرب اور ہر وقت کی حاضر باشی حالات و معمولات کی یاد داشت اور حضرتؒ کی مزاج شناسی اور مزاج دانی وغیرہا امور کا قابل قدر ذخیرہ قدرت نے آپ ہی کے لئے مخصوص کر رکھا تھا پس آپ کا مخلوق پر اس احسان سے تساہل گویا بے مروتی و بے پروائی ظاہر کرنا ہے" مگر مولانا کے پاس اس درخواست کا سوائے سکوت کوئی جواب نہ تھا اور نطق میں کوئی جواب تھا تو صرف یہ کہ "میاں مجھے کچھ یاد نہیں مجھ سے کیا لکھواتے اور کیا چاہتے ہو حضرت قدس سرہ کی ساری سوانح یہ ہے کہ "خود جس ذات پاک پر مر مٹے اُسی پر مٹنے کی دوسروں کو تعلیم دی اور فرمایا کہ تم بھی مر مٹو" اسکے علاوہ مجھے کچھ یاد نہیں۔

حضرتؒ کے خاص متوسلین جنکی جانب نظر جاتی اور اُمید ہوتی تھی کہ ان حضرات سے سوانح حاصل ہونگے اول تو ابتدا ہی سے مشاغل میں مشغول اور اب تو ظاہری سنبھال کے ساتھ باطنی دیکھ بھال اور روک تھام کا بوجھ بھی سر آپڑا بنظر انصاف دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ واللہ العظیم انہیں حضرات کی عالی ہمتوں کے استقلال ہیں کہ اس بارگراں کے متحمل ہو رہے ہیں نہ رات کی خبر نہ دن کی پروا صبح ہو یا شام دوپہر ہو یا سہ پہر تحصیل معاش کے طرق بالائے طاق رکھکر متوکلانہ گزران پر تصنیف تالیف درس تدریس وعظ نصیحت ارشاد تلقین۔ فتاویٰ نویسی و دیگر ضروریات کی مراسلت و جوابات۔ مہمانوں کی خاطر و مدارات۔ اصلاح ناس کی تدابیر میں غور و فکر اور اُس کا تہیہ و انصرام غرض ایک خدمت ہو تو اُسپر نظر ڈالی جائے جہاں چھوٹی چھوٹی راتوں

ہوا ہے مگر الحمد للہ کہ خواہش نفس کو آفتادے نے اِس عزت کے لباس میں چھپالیا "اور اُس آستانہ سے ہی پرورش کی ہے" بس شاداں و فرحاں واپس ہوا اور طبع کا انتظام شروع کیا۔

اِس قصہ کے بعد پھر موانع سدراہ ہوئے اور کچھ ایسے افکار پیش آئے کہ باوجود احباب کے بیسیوں تقاضوں اور تحریری استفسار کے اوراق مسطورہ کو ہاتھ لگانے کا بھی اتفاق نہ ہوا۔ آخر جب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے کئی مرتبہ بایں الفاظ میٹھے تقاضے ہوئے کہ "سوانح کے چھپنے میں کیا دیر ہے؟" تو شرم کے سبب پسینہ آگیا اور مظاہر العلوم کے جلسہ سے واپس آتے ہی ۲۔ محرم ۱۳۲۶ ہجری مطابق ۵۔ فروری ۱۹۰۸ عیسوی یوم چہارشنبہ مسودہ نکالا اور معمولی ترمیم و ترتیب اور نظر ثانی کی بقدر ضرورت تغیر و تبدل کے بعد طبع شروع کر دیا۔

{ اثناء کتابت میں ایک صاحبدل دیندار شخص کا جن کی صورت میں نے کبھی نہیں دیکھی بسبیل ڈاک لفافہ پہنچا کہ میں نے خواب دیکھا ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح لکھی جارہی ہے اور ایک بزرگ نے اسکی تعبیر دی ہے کہ معلوم ہوتا ہے شریعت کے کسی کامل متبع کی سوانح کا اہتمام ہو رہا ہے۔

بس مبارک ہو کہ یہ منامی بشارت تیرے ہاتھوں پوری ہو رہی ہے۔ میں نے حق تعالیٰ کی اس رحمت کا شکر ادا کیا اور بعد میں پے در پے خود بھی چند خواب عجیب و غریب دیکھے۔ اپنے حضرت صاحب سوانح کی زیارت سے بھی خواب میں مشرف ہوا کہ مسکرا کر دریافت فرماتے ہیں کیا میری سوانح لکھ رہے ہو؟ میں پاس کھڑا ہوا اپنی بے بضاعتی اور احباب کا کچھ دوستانہ شکوہ کر رہا ہوں اور حضرت قدس سرہ جواب میں اپنے حالات خود بیان فرما رہے ہیں کہ "یہ بھی لکھیو مگر افسوس کہ بیدار ہونے پر یاد نہ رہے" }

اللہ تعالیٰ کا بے شمار احسان ہے کہ اِن بشارتوں نے مُردہ قوت میں روح پھونک دی اور اسکا موقع ملا کہ بُرے بھلے جس طرز عبارت میں اِس یادگار کو ہدیۂ ناظرین کر سکا پیش کیا۔ تاہم اتنا افسوس اب بھی ہے کہ جن نفیس مباحث اور عجیب مضامین کی جستجو تھی کافی طور پر نہ ملے۔ ہاں خدا کی ذات سے اُمید ہے کہ آئندہ طبع میں یا جدا جدا مکاتیب و مباحث و فقہیات کے عنوانات سے رسائل کی صورت میں طبع کی نوبت آئیگی اور یہ سلسلہ اللہ کو منظور ہے تو سالہا سال جاری رہے گا۔ والسلام نعم الختام۔

طالب فیوض نامتناہی
احقر العباد عاشق الٰہی عفی عنہ میرٹھی

حضرت آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں ہوں امداد اللہ۔ میں یہ سنکر (چونکہ اخلاق حمیدہ حسن چکا اور دہلی میں پہلی مرتبہ اور تھانہ میں شب کے وقت دوسری دفعہ سرسری زیارت بھی کر چکا تھا گو صورت ذہن میں نقش نہ تھی) اُسی وقت اُٹھا اور مصافحہ کیا۔ جیسا میں ادب اور تعظیم سے پیش آیا اُس سے زیادہ اعلیحضرت خلق وکرم اور تواضع ومحبت سے ملے۔

امام ربانی قدس سرہ کی غالباً اعلیحضرت سے میسری ملاقات تھی اس زمانہ میں اعلیحضرت جب گنگوہ بالقصد آتے یا نانوتہ جاتے ہوئے راستہ میں قیام فرماتے تو شہر میں مولوی سراج الدین صاحب کے مکان پر قیام فرمایا کرتے جو حضرت امام ربانی کے سمدھی یعنی آپکی صاحبزادی والدہ حافظ محمد یعقوب کے خسر تھے۔ مولوی سراج الدین صاحب نہایت نیک اور متقی وپارسا شخص تھے جنکی یہ بات مشہور ہے کہ ابتدا ملازمت سے انتہا عمر تک کبھی ایک پیسہ رشوت کا نہیں لیا اور ہمیشہ نیک چلنی ومیانہ روی کے ساتھ حلال کمائی سے گزران کی مولانا ممدوح کو حضرت امام ربانی کے ساتھ نہایت درجہ محبت تھی اور ہمیشہ سے عقیدت کے ساتھ ملا کرتے اور باوجود عمر میں بڑے ہونے کے حضرت قدس سرہ کی تعظیم کیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا قدس سرہ تعلّم سے فارغ ہونے کے بعد تعلیم وتدریس کے شایق ہوئے خالی بیٹھے آپکا جی گھبراتا اور گو خود کتابیں دیکھتے یا تحریر میں مصروف رہتے تھے مگر جی چاہتا تھا پڑھانے کو اس لئے قدرت نے آپ کے پاس طالبعلم بھیجا اور آپ نے دروازہ تدریس کھولا۔ مولوی سید مومن علی صاحب ایک شخص نکوڑ کی تحصیل میں ملازم تھے انکو ابتدا ہی سے دینیات کی تحصیل اور عربی پڑھنے کا شوق تھا مگر زمانہ نے مہلت نہ دی اور ارادہ پورا نہ کر سکے اب جبکہ حضرت قدس سرہ کا دہلی سے فارغ ہو کر گنگوہ واپس آنا مشہور ہوا تو انکے دل میں پھر پُرانا دبا ہوا خیال اُبھرا اور وہ نوکری چھوڑ چھاڑ گنگوہ حضرت کی خدمت میں پہنچے۔ دونوں جانب حصول تمنا کا یہ غیبی سامان چونکہ دونوں کے لئے انعام خداوندی تھا اس لئے حضرت مولانا نے سبق شروع کرانے میں کچھ بھی تامل نہیں فرمایا اور مولوی مومن علی صاحب کو شرح جامی پڑھانے لگے۔

انہیں ایام میں یہ اتفاق پیش آیا کہ کسی بحث میں مولانا شیخ محمد صاحب کی ایک تحریر حضرت کے پاس کسی شخص نے بھیجی جس میں مولانا شیخ محمد صاحب نے اسپر زور دیا تھا کہ روضہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میں جو جگہ ایک قبر کے لئے چھوٹی ہوئی ہے اُس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مدفون ہونگے اور یہ امر قطعی ہے اسکا منکر ایسا ہے اور ویسا ہے۔ حضرت مولانا نے اُسپر بجائے تصدیق وتصویب کے تحریر فرمادیا کہ سارا ثبوت بالحادیث و

معیشت کے لئے کافی ووافی سامان تھا مگر آپ کا قلب سلیم چونکہ بالطبع زہد و توکل کا شیدا تھا اس لئے آپنے اپنی ساری جائداد سکنی و زرعی اپنے بھائی کے نام منتقل کردی اور مسجد کے حجرہ کو مسکن بنالیا تھا۔
اعلیٰحضرت چونکہ زاویہ خمول کی زیست اور گمنامی کے ساتھ ایام گزاری کی جانب بہت راغب تھے اسلئے ہمیشہ اپنے آپکو چھپایا اور علیحدگی و یکسوئی کو اخفاء و کتمان حال کا سبب بنایا مگر "مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید" اپنے چھپائے کب چھپ سکتے تھے خدائی مخلوق نے جبہ سائی کو فخر سمجھا اور جیسا کہ دین کا اپنے زمانۂ ولادت سے حال رہا ہے غرباء و مساکین اور عوام الناس طالب دین نیک بندوں کی آمد شروع ہوئی مجبوراً امتثالاً للامر آپ طالبین کو بیعت فرماتے اور اللہ کا نام سیکھنے کیلئے آنے والی خلقت کی دستگیری فرماتے تھے۔ آخر طالبین کا ہجوم دن بدن بڑھتا گیا اور آپ اُسی توکل کے وسیع خوان پر مہمانوں کی بخوشی ضیافت فرماتے رہے یہانتک کہ آپکی بھاوج نے آپکے پاس پیغام بھیجا کہ موروثی جائداد آپ منتقل فرماچکے خود توکل پر بعسرت و فقر گزران ہے پھر آپ پر مہمانوں کی کثرت اور نووارد مسافروں کی زیادتی گو آپکو بار نہ معلوم ہو مگر میری غیرت تقاضہ نہیں کرتی کہ اس خدمت سے چشم پوشی کروں۔ اسلئے آج سے جتنے مہمان آئیں انکی اطلاع غریب خانہ پر فرماویں انکا کھانا دونوں وقت یہاں سے آئیگا۔ اول تو اعلیٰحضرت نے انکار فرمایا کہ نہیں یہ میرے مہمان ہیں انکی خدمت کا مجھ ہی پر حق ہے مگر آخر بھابی صاحبہ کے اصرار کے سبب جو محض اخلاص کے ساتھ تھا آپ نے قبول فرمالیا اور اُس روز سے مہمانوں کا کھانا دونوں وقت وہاں سے آنے لگا۔
اعلیٰحضرت کی بھاوج کا حُسن اعتقاد اور مخلصانہ برتاؤ تھا کہ مہمانوں کا کھانا خود پکاتی تھیں اور کسی مہمان کے بے وقت آنے سے بھی کبھی تنگدل نہ ہوتی تھیں۔ ایک دن اعلیٰحضرت نے خواب دیکھا کہ آپکی بھاوج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکارہی ہیں کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپکی بھاوج سے فرمایا کہ "اُٹھ تو اس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے اُس کے مہمان علماء ہیں اُسکے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا"۔
اعلیٰحضرت کی اس مبارک خواب کی تعبیر حضرت امام ربانی محدث گنگوہی قدس سرہ سے شروع ہوئی اسلئے کہ علماء میں آپ ہی پہلے عالم ہیں جو اعلیٰحضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے آپ کے بعد چار دانگ عالم سے جوق جوق علماء کی آمد شروع ہوئی اور اعلیٰحضرت کو علماء کا شیخ و راہبر بننے

میں وہ رتبہ علیا حاصل ہوا کہ جسکی نظیر دنیا میں سلفاً وخلفاً شاید ایک دو مل سکے۔ اس رویائے صالحہ ہی کا ثمرہ تھا کہ تخمیناً سات آٹھ سو علماء سے زیادہ اعلیحضرت کے مرید ہیں وذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم (بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیحضرت کی بھاوج شیعہ مذہب تھیں واللہ اعلم)

غرض امام ربانی قطب صمدانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ تھانہ بھون میں داخل ہوتے ہی اول پیر محمد والی مسجد میں پہونچے دیکھا کہ ظہر کی نماز ہو چکی ہے اور اعلیحضرت اپنی سہ دری میں بیٹھے ہوئے تلاوت قرآن مجید میں مشغول ہیں۔ حضرت مولانا حاضر خدمت ہوئے اور ختم تلاوت پر سلام مسنون عرض کر کے بیٹھ گئے۔ اس سے قبل غالباً ایک مرتبہ دہلی اور دو مرتبہ گنگوہ اور ایک مرتبہ گزرگاہ وطن بنا کر شب کے وقت تھوڑی دیر کے لئے تھانہ میں اعلیحضرت کی زیارت ہوئی تھی یہ پانچویں ملاقات تھی مگر یوں کہنا چاہئے کہ وطن میں اعلیحضرت کا مہمان بنکر حاضری کا عمر بھر میں آپکو پہلا اتفاق تھا اعلیحضرت نہایت ہی کریمانہ اخلاق سے پیش آئے اور غایت درجہ خاطر و مدارات فرمائی اور دریافت فرمایا کہ کیسے آئے؟ حضرت امام ربانی نے مناظرہ کا قصد ظاہر کیا اعلیحضرت نے جواب دیا "ہاہا ایسا ارادہ نہ کرنا میاں وہ ہمارے بزرگ ہیں بڑے ہیں" بس مباحثہ کا تو اسی جگہ فیصلہ ہو گیا اور حضرت یہ کہکر خاموش ہو گئے کہ "حضرت آپ کے بڑے ہیں تو میرے بھی بڑے ہیں" اسکے بعد ادھر ادھر کی باتیں رہیں اور آپ نے موقع پاکر بالفاظ مناسب بیعت ہونے کی درخواست کی۔ اعلیحضرت اطاب اللہ ثراہ نے عادت شریفہ کے موافق بیعت میں تامل ہی نہیں فرمایا بلکہ طلب صادق کو امتحان کی کسوٹی پر کسنے اور اعتقاد و شوق بڑھانے کے لئے صورۃً انکار کے لفظ زبان پر لائے۔ یہاں سوائے اخلاص و شوق کے کیا تھا قطبیت کا جامہ پہننے والا ایک جسم تھا جو سراپا طلب بنا ہوا تھا نخوت علم و تکبر مولویت نام کو بھی نہ تھی اور جو کچھ تھی وہ پہلی ہی گفتگو پر نکل چکی تھی۔ پس نتیجہ امتحان یہ تھا کہ جتنا اُدھر سے انکار تھا اُسی قدر اِدھر سے اصرار اور جسقدر اُس جانب سے استغنا کا برتاؤ تھا اُتنا ہی اِسطرف سے احتیاج و افتقار کا اظہار۔ چونکہ پیران عظام ہمیشہ طالب صادق اور ہونہار کی تلاش میں رہتے ہیں اسلئے انہیں امتحان والے دو تین دن میں حضرت مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے طرح طرح سے آپکو اپنی طرف مائل کرنا چاہا مگر "ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ" صاحبدل کا ایک دل چونکہ ایک کا ہو لیا تھا اِسلئے نہ پھرنا تھا نہ پھرا اور ثابت قدم کوہ استقلال کے پاؤں ایک مخصوص آستانہ کیجانب لپک چکے اور امدادیہ دربار گہربار میں جم چکے تھے اسلئے نہ ڈگنے تھے نہ ڈگے چنانچہ ایسی

تیر و تفنگ و نیزہ و شمشیر آبدار　　　سب کچھ سہی پہ ایک نہیں کی نہیں سہی

دنیا کی مصیبتیں کھانے پینے کی تکالیف آپکو لذیذ و شیریں معلوم ہوتی تھیں اور لوگوں کی دشنام دہی اور آوارگی کے خطاب میں آپ اپنی عزت سمجھے ہوئے تھے۔ آپ کا وہ دل جو ایک کا پابند ہو چکا تھا نوکری یا کسب دنیا کے ہر علاقہ کو پاؤں کی بیڑی اور ہاتھ کی کڑی سمجھتا تھا اشاغل معاش کا ہر سلسلہ آپکو گلے کا طوق نظر آتا اور چند روزہ دنیا کے ایام گزاری کا ہر طریق ایسا وحشتناک راستہ محسوس ہوتا تھا جس میں قدم دھرنا حقیقت میں بے رحم بلا کو راہزنوں کا لقمہ بننا ہے۔ عالم دنیا کو آپ جیلخانہ سمجھ چکے تھے آپ پر خلقت سے تنفر اور جلوت سے توحش کا وہ رنگ طاری ہو گیا تھا جسکا مقتضے یہ تھا کہ آج نہ امام ربانی سے کوئی انسان صورت واقف ہوتا نہ آپ کسی آدمی سے آگاہ ہوتے {اپنے استاذ مولانا عبدالمومن صاحب کی زبانی میں نے سنا تھا کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے اعلیحضرت کی خدمت میں شکایت کی تھی کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب میں باوجود عالم ہونے کے خلق نہیں پایا جاتا۔ اعلیحضرت نے یوں جواب دیا تھا کہ "میاں غنیمت سمجھو کہ مولانا آبادی میں ہیں میرا رشید تو درجہ ملکوتیت پر پہنچ گیا تھا اگر حق تعالیٰ کو اصلاح خلق کا کام لینا نہ ہوتا تو آج خدا جانے کس پہاڑ کی کھو میں بیٹھا ہوتا۔ علمی خدمت اور خداوند تعالیٰ کو ایک بڑا کام لینا منظور تھا اسلئے کمر پکڑ کر نیچے اتارا گیا اور بستی میں دکھا گیا ہے" او کما قال}

حضرت امام ربانی قدس سرہ دنیا طلبی سے بالطبع متنفر ہو چکے اور محبت زر و مال سے آپ کا قلب صاف بالکلیہ خالی اور پاک ہو لیا تھا چنانچہ وہ واقعہ جو پچیس سال کی عمر میں آپکو پیش آیا اس طبعی حالت کو ظاہر کر رہا ہے آپ کے والد جناب مولانا ہدایت احمد صاحب جائے ملازمت یعنی گورکھپور سے جو کچھ کماتے اور ضروری اخراجات سے پس انداز ہوتا اسکو اپنے والد جناب قاضی پیر بخش صاحب کے پاس بھیجدیا کرتے تھے اور چونکہ دیندار عالم تھے اسلئے ساتھ ہی ادب کے ساتھ لکھ بھیجا کرتے تھے کہ مکان یا دوکان جو چاہیں خرید لیکن رہن کسی کی جائداد ہرگز نہ رکھیں۔ قاضی پیر بخش صاحب مرحوم اس درجہ متشرع نہ تھے جیسا کہ انکو قطب العالم کا جد امجد بننے کے لیے سزاوار تھا عام دنیاداروں کی طرح منفعت عاجلہ کی ٹوہ میں رہتے تھے اور اسی حالت کو سلیقہ سمجھتے تھے چنانچہ انہوں نے اپنے صاحبزادہ کی اس درخواست کو نہ مانا اور متعدد قطعات اراضی رہن رکھے۔

جس وقت پچیس سال کی عمر میں حضرت امام ربانی خود مختار اور وارث با اختیار ہوئے تو آپ نے تمام رہن ناموں کو نکالا اور آمدنی و وصولیابی کے کاغذات سے دستاویزوں کو میلان کیا۔ محاسبہ میں جن کی رقم منافعہ راس المال کے مساوی ہو گئی انکو بیباقی میں ڈالکر چاک کر دیا اور جنپر دو چار باقی رہ گئے تھے وہ انکو

دور نگئی اور مُیں گرفتار ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پھانسی ہوئی اور تھانہ بھون کے نیک دل سرکاری خیر خواہ زمیندار کو مظلوم بھائی سے دنیا میں ہمیشہ کے لئے جُدا ہو جانے کی خبر ملی۔

اِس بدامنی کی حالت میں جسکو قصہ کی اصلیت ظاہر کرنے کے لئے مختصر الفاظ میں حاشیہ پر درج کر دیا گیا ہے عام باشندگان قصبہ کی یہ حالت ہوئی گویا ان کا مربی و منتظم بادشاہ سر سے اُٹھ گیا اور شرعی و طبعی ضروریات و مخصمات میں بھی کوئی خبر گیراں نہ رہا جسکی رائے پر عمل کریں پس یہ لوگ اعلیٰحضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ بلا کسی حاکم کی سرپرستی کے گزران دشوار ہے گورنمنٹ نے باغیوں کی بغاوت کے باعث اپنا امن اُٹھا لیا اور بذریعہ اشتہار عام اطلاع دیدی ہے کہ اپنی اپنی حفاظت ہر شخص کو خود کرنی چاہیے اِسلئے آپ چونکہ ہمارے دینی سردار ہیں اِسلئے دنیاوی نظم حکومت کا بھی بار اپنے سر رکھیں اور امیر المومنین بنکر ہمارے باہمی قضیے چکا دیا کریں۔ اسمیں شک نہیں کہ اعلیٰحضرت کو انکی درخواست کے موافق انکے سر پر ہاتھ رکھنا پڑا اور آپنے دیوانی و فوجداری کے جملہ مقدمات شرعی فیصلہ کے موافق چند روز تک قاضی شرع بنکر فیصل بھی فرمائے۔ اسی قصہ نے مفسدوں میں شریک ہونیکی راہ چلائی اور مخبروں کو جھوٹی سچی مخبری کا موقع دیا۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ دس برس ہوئے اعلیٰحضرت کو اپنے دین و دنیا کا سردار بنا ہی چکے تھے ہمیشہ آمد و رفت رہتی ہی تھی اب جبکہ ہر چہار طرف بدامنی تھی آپ کے لئے یہاں حاضر رہنے سے زیادہ بہتر کوئی جگہ دنیا میں نہ تھی اِدھر اعلیٰحضرت کو حکومت کے فیصلے اور شرعی قضایا میں مولوی کی ضرورت تھی کہ حق بات میں اعانت کرتا رہے اِس لئے آپ اور مولانا محمد قاسم صاحب معہ دیگر خدام کے یہیں رہ پڑے۔

اِتنی بات یقینی ہے کہ اُس گھبراہٹ کے زمانہ میں جبکہ عام لوگ بند کواڑوں گھر میں بیٹھے ہوئے کانپتے تھے حضرت امام ربانی اور نیز دیگر حضرات اپنے کاروبار نہایت ہی اطمینان کے ساتھ انجام دیتے اور جس شغل میں اِس سے قبل مصروف تھے بدستور اُن کاموں میں مشغول رہتے تھے کبھی ذرہ بھر اضطراب نہیں پیدا ہوا اور کسی وقت جبہ برابر تشویش لاحق نہیں ہوئی اگر اور آپ کے مختصر مجمع کو جب کسی ضرورت کے لئے شاملی کرانہ یا مظفر نگر جانیکی ضرورت ہوئی نہایت درجہ سکون و وقار کے ساتھ گئے اور طمانیت قلبی کے ساتھ واپس ہوئے۔ اِن ایام میں آپکو اُن مفسدوں سے مقابلہ بھی کرنا پڑا جو غول کے غول پھرتے تھے۔ حفاظت جان کے لئے تلوار البتہ پاس رکھتے تھے اور گولیوں کی بوچھار میں بہادر شیر کی طرح نکلے چلے آتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم اور طبیب روحانی اعلیٰحضرت حاجی صاحب و نیز حافظ ضامن صاحب کے

ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں سے مقابلہ ہوگیا۔ یہ نبردآزما دلیر جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگ جانے یا ہٹ جانے والا نہ تھا اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پا جما کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جان نثاری کے لئے طیار ہوگیا۔ اللہ رے شجاعت و جوانمردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتہ پانی اور بہادر سے بہادر کا زہرہ آب ہوجائے وہاں چند فقیر ہاتھوں میں تلواریں لئے جم غفیر بندوقچیوں کے سامنے ایسے جمے رہے گویا زمین نے پاؤں پکڑ لئے ہیں چنانچہ آپ پر فیریں ہوئیں اور حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیر ناف گولی کھا کر شہید بھی ہوئے حضرت مولانا قاسم العلوم ایک مرتبہ یکایک سر پکڑ کر بیٹھ گئے جس نے دیکھا جانا کہ کنپٹی میں گولی لگی اور دماغ پار کر کے نکل گئی اعلیٰحضرت نے لپک کر زخم پر ہاتھ رکھا اور فرمایا "کیا ہوا؟ میاں" عمامہ اتار کر سر کو جو دیکھا کہیں گولی کا نشان تک نہ ملا اور تعجب یہ ہے کہ خون سے تمام کپڑے تر۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کو خادمانہ و مریدانہ تعلق پر اعلیٰحضرت کے ساتھ تو جو کچھ وابستگی تھی وہ تھی ہی مگر چچا پیر حضرت حافظ ضامن صاحب کے ساتھ بھی نہایت ہی درجہ مخلصانہ انس تھا اور حافظ صاحب بھی مولانا کے گویا جانثار عاشق تھے اسی گھمسان میدان میں مولانا کو پاس بلایا اور فرمایا "میاں رشید میرا دم نکلے تو تم میرے پاس ضرور ہونا" تھوڑی دیر گزری تھی کہ حافظ صاحب دھم سے زمین پر گرے معلوم ہوا کہ گولی کاری لگی اور خون کا فوارہ بہنا شروع ہوا۔ حافظ صاحب کا زخم سے چور ہو کر گرنا تھا اور حضرت امام ربانی کا لپک کر تڑپتی نعش کا کاندھے پر اٹھانا۔ قریب کی مسجد میں لائے اور حضرت کا سر اپنے زانو پر رکھ کر تلاوت قرآن میں مشغول ہوگئے۔

دیکھنے والوں سے سنا ہے کہ حضرت مولانا کی اس مردانگی پر تعجب تھا کس اطمینان کے ساتھ سنسان مسجد میں تنہا بیٹھے ہوئے اپنے نور دیدہ چچا کے سفر آخرت کا سماں دیکھ رہے اور اپنے عاشق محبوب کی نزع کا آخری وقت نظارہ کر رہے تھے۔ آنکھوں میں آنسو تھے اور زبان پر کلام اللہ یہاں تک کہ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا آپ کے زانو پر سر رکھے رکھے وصال ہوگیا اور حضرت مولانا چچا کی وصیت کو پورا کرنے کے باعث مسرور ہو کر باطمینان اٹھ کھڑے ہوئے۔ بزرگوں سے سنا ہے کہ حضرت حافظ صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تمامی نسبت حضرت قدس سرہ کی طرف منتقل ہوئی۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

اللہ اللہ جس بزرگ نے دس برس ہوئے اعلیٰحضرت سے سفارش کر کے حضرت مولانا کو بیعت کرایا اور اعانت کے ایک کلمۃ الخیر سے ہمدردی ظاہر فرمائی تھی وہ قدسی نفس مریا آخری وقت میں اس آخری خدمت کا انجام دینے

ربانی کو الوداع کہا کہ اب ارض ہند میں یکجائی فلک کو ناگوار ہے اور یہ دونوں لاڈلے بچے اپنے غمخوار روحانی باپ سے بادل ناخواستہ تن بہ تقدیر رخصت ہوئے۔ اعلیٰحضرت نے چند ماہ انبالہ نگری پنجلاسہ وغیرہا مواضع وقصبات میں اپنے آپکو چھپایا اور آخر براہ سندھ وکراچی عرب کا راستہ لیا۔ ہندوستان کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہی اور ہوائی جہاز پر سوار ہو کر مکہ معظمہ پہنچے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبند اور امام ربانی قدس سرہ نے گنگوہ مراجعت فرمائی۔

انہیں ایام روپوشی میں مولانا قاسم العلوم کو انبیٹھہ۔ لاڈوہ۔ پنجلاسہ اور جمنا پار کئی دفعہ آنے جانے کا اتفاق ہوا اور امام ربانی قدس سرہ نے قیام زیادہ تر گنگوہ یا رامپور میں کیا مگر اپنے ہادی برحق کی ہندوستان میں آخری زیارت کے شوق سے بیتاب ہو کر انبالہ نگری اور پنجلاسہ کے سفر کو اٹھے اور مستورالحال مخفی طور پر اس حق کو ادا فرما کر واپس وطن ہوئے۔ اس زمانہ کی کیفیات ایسی عجیب غریب گزری ہیں کہ اگر کھلی کرامتوں کے ذکر پر اکتفا کیا جائے تو کئی ورق چاہئیں اس لئے انکو تفصیلاً چھوڑتا ہوں اور ضروری مضمون پر اکتفا کرتا ہوں

تینوں حضرات کے نام چونکہ وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکے اور گرفتار کنندہ کے لئے صلہ تجویز ہو چکا تھا اسلئے لوگ تلاش میں ساعی اور حراست کی تگ ودو میں پھرتے تھے اعلیٰحضرت نے وطن کو خیرباد کہی اور نیت حرمین گھر سے باہر نکلے چونکہ مولانا گنگوہی سے زیادہ تعلق تھا اس لئے آخری ملاقات ہند کے لئے گنگوہ تشریف لائے۔ اسوقت حضرت مولانا قدس سرہ کی عفت مآب صاحبزادی یعنی حافظ محمد یعقوب صاحب کی والدہ ماجدہ کی عمر دو سال کی تھی جسوقت پنجلاسہ ضلع انبالہ میں پہنچے ہیں تو راؤ عبداللہ خان رئیس کے اصطبل یعنی کی ویران وتاریک کوٹھری میں مقیم تھے ایک روز اسی کوٹھری میں وضو فرما کر چاشت کی نماز کے ارادہ سے مصلیٰ بچھایا اور جاں نثار حضار جلسہ سے فرمایا کہ آپ لوگ جائیں میں نفلیں پڑھ لوں } راؤ عبداللہ خاں اعلیٰحضرت کے بڑے جاں نثار خادم اور مشہور مریدین گھر کے خوشحال زمیندار اور سرکار کے نزدیک باوجاہت شخص سمجھے جاتے تھے۔ سمجھتے تھے کہ اعلیٰحضرت پر جو الزام لگایا گیا ہے اسکے قائم ہوتے اپنا مکان کھول دینا دنیاوی حیثیت سے کسقدر خطرناک ہے کیونکہ باغی کی اعانت بھی سرکاری بغاوت میں شمار ہے مگر اسکے ساتھ ہی غلبہ حب دین اور فرط عشق میں اس درجہ مغلوب تھے کہ نہ مال کی پروا تھی نہ جان کی۔ خدا کی شان کہ جسوقت راؤ عبداللہ خان اعلیٰحضرت کو تحریمہ باندھے نوافل میں مشغول چھوڑ کر کوٹھری سے باہر نکلے اور پٹ بند کر کے اصطبل کے دروازہ کے قریب پہنچے ہیں تو سامنے سے پولیس کو آتے دیکھا اور ہکا بکا ششدر کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔

خدا جانے مخبر کون اور کس بلا کا پتلہ تھا جس نے عین وقت پر روپوشی کی کوٹھری تک معین کر دی تھی چنانچہ دروغہ اصطبل کے پاس پہونچی اور افسر نے مسکرا کر راؤ صاحب سے اِدھر اُدھر کی باتیں شروع کر دیں گویا اپنے ناوقت آنے کی وجہ کو چھپایا۔ جہاں دیدہ و تجربہ کار راؤ صاحب دور ہی سے تاڑ گئے تھے کہ "ایں گل دیگر شگفت" مگر پائے ماندن نہ جائے رفتن اپنی جان یا عزت کے جانے ریاست و زمینداری کے ملیامیٹ ہونے اور ہتھکڑیاں پڑ کر جیلخانہ پہونچنے یا پھانسی پر چڑھ کر عالم آخرت کا سفر کرنے کی تو مطلق پرواہ بھی نہ تھی اگر فکر و رنج یا حزن و افسوس تھا تو یہ کہ ہائے غلام کے گھر سے اور آقا گرفتار ہو اور عبداللہ خان کی نظر کے سامنے اسکا جان سے زیادہ عزیز شیخ پابزنجیر کیا جائے مگر اسکے ساتھ ہی راؤ صاحب ایک جوانمرد مستقل مزاج نہایت دلیر اور قوی القلب راجپوت تھے تشویش کو دل میں دابا اور چہرہ یا اعضاء پر کوئی بھی اثر اضطراب کا محسوس نہ ہونے دیا مسکرا کر جواب دیا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

پولیس کا افسر گھوڑے سے اُترا اور یہ کہکر کہ "میں نے آپ کے یہاں ایک گھوڑے کی تعریف سُنی ہے اسلئے بلا اطلاع یکا یک آنے کا اتفاق ہوا" اصطبل کی جانب قدم اُٹھائے۔ راؤ صاحب "بہت اچھا" کہکر ساتھ ساتھ ہو لئے اور نہایت ہی اطمینان کے ساتھ گھوڑوں کی سیر کرانی شروع کی۔ افسر بار بار راؤ صاحب کے چہرہ پر نگاہ جماتا اور اس درجہ مطمئن پاکر کبھی مخبر کی دروغگوئی کا غصہ اور گاہے اپنی ناکامی و تکلیف سفر کا افسوس لاتا تھا یہانتک کہ گھوڑوں کی دیکھ بھال کرتا ہوا حاکم اُس حُجرہ کی طرف بڑھا جس میں اعلیحضرت کی سکونت کا مخبر نے پورا پتہ دیا تھا اور یہ کہکر کہ "اس کوٹھری میں کیا گھاس بھری جاتی ہے" اُسکے پٹ کھولدے راؤ عبداللہ خاں کی اُسوقت جو حالت ہوئی ہوگی وہ اُنہیں کے دل سے پوچھا چاہئے سمجھتے تھے کہ تقدیر کے آخری فیصلہ کا وقت آگیا اور اپنا پیمانہ حیات لبریز ہو کر اُچھلا چاہتا ہے اسلئے راضی برضا ہو کر "جی ہاں" کہا اور حکم گرفتاری کے منتظر کھڑے ہو گئے۔

خداوندی حفاظت کا کرشمہ دیکھئے کہ جسوقت کوٹھری کا دروازہ کھلا ہے تخت پر مصلّٰی ضرور بچھا ہوا تھا لوٹا رکھا ہوا اور نیچے وضو کا پانی البتہ بکھرا ہوا پڑا تھا مگر اعلیحضرت حاجی صاحب کا پتہ بھی نہ تھا۔ افسر متحیر و حیران اور راؤ عبداللہ خان دل ہی دل میں شیخ کی عجیب کرامت پر فرحاں و شاداں کچھ عجیب سماں تھا کہ حاکم نہ کچھ دریافت کرتا ہے نہ استفسار کبھی اِدھر دیکھتا ہے کبھی اُدھر آخر مخبر کی دھوکہ دہی سمجھکر بات کو ٹالا اور کہا کہ خانصاحب "یہ لوٹا کیسا اور پانی کیوں پڑا ہے؟" راؤ صاحب بولے "جناب اس جگہ ہم مسلمان نماز پڑھتے ہیں اور وضو میں منہ ہاتھ دھویا

کرتے ہیں چنانچہ ابھی آپ کے آنے سے دس منٹ قبل اُسی کی طیاری تھی "۔ افسر نے ہنسکر کہا کہ " آپ لوگوں کی نماز کے لئے تو مسجد ہے یا اصطبل کی کوٹھری"؟ راؤ صاحب نے فوراً جواب دیا کہ " جناب مسجد فرض نماز کے لئے ہے اور نفل نماز ایسی ہی چھپی جگہ پڑھی جاتی ہے جہاں کسی کو پتہ بھی نہ چلے "۔ لاجواب جواب سُنکر افسر نے پٹ بند کر دئے اور اصطبل کے چاروں طرف غایر نظر دوڑانے کے بعد باہر نکلا اور گھوڑے پر سوار ہو یہ کلمات کہکر رخصت ہوا " راؤ صاحب معاف کیجئے آپکو اسوقت ہماری وجہ سے بہت تکلیف اُٹھانا پڑی اور پھر بھی ہمیں کوئی گھوڑا پسند نہ آیا"

راؤ عبد اللہ خاں صاحب کی نظر سے دَوِش کے سوار جب اوجھل ہو لئے تو واپس ہوئے اور کوٹھری کھولی دیکھا کہ اعلٰحضرت نماز سے سلام پھیر چکے اور مصلے پر مطمئن بیٹھے ہوئے ہیں ۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوبند میں روپوش تھے ۔ ایک روز زنانہ مکان کے کوٹھے پر مردوں میں سے کوئی تھا نہیں زینہ میں آکر فرمایا " پردہ کرلو میں باہر جاتا ہوں " عورتوں سے رُک نہ سکے باہر چلے گئے ۔ جا رہے تھے کہ دَوِش راستہ میں ملی آپ ہی کی گرفتاری میں تھی ۔ خدا کی شان ہے کہ ایک شخص نے آپ ہی سے پوچھا کہ " مولوی محمد قاسم کہاں ہیں "؟ آپ نے ایک قدم آگے بڑھا کر پچھلے پاؤں کیجانب نظر ڈالی اور فرمایا " ابھی تو یہاں تھا " یہ فرما کر آپ آگے چلے گئے اور دَوِش نے مکان پر جاکر تلاشی لی ۔ آخر ناکام واپس ہوئے ۔ ہر چند کہ یہ حضرات حقیقۃً بے گناہ تھے مگر دشمنوں کی یاوہ گوئی نے انکو باغی و مفسد اور مجرم و سرکاری خطاوار ٹھیرا رکھا تھا اسلئے گرفتاری کی تلاش تھی مگر حق تعالٰی کی حفاظت بر سر تھی اسلئے کوئی آنچ نہ آئی اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تازیست خیر خواہ ہی ثابت رہے ہاں چند روز کی تفریق بین الاحباب مقدر تھی وہ اُٹھائی تھی سو اٹھائی اور اس ضمن میں کرامات و خوارق عادات غیبی حفاظت کے سامان اور سچائی ثابت ہونے کے اسباب ظاہر ہوئے ۔ اس قصہ کے بعد مولانا مسجد میں رہتے اور کوئی کسی قسم کا تعرض نہ کرتا تھا ۔

حضرت امام ربانی قطب الارشاد مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ کو اس سلسلہ میں امتحان کا بڑا مرحلہ طے کرنا تھا اسلئے گرفتار ہوئے اور چھ مہینے حوالات میں بھی رہے آخر جب تحقیقات اور پوری تفتیش و چھان بین کے بعد الشمس فی نصف النہار ثابت ہو گیا کہ آپ پر جماعت مفسدین کی شرکت کا محض الزام ہی الزام اور بہتان ہی بہتان ہے اسوقت رہا کئے گئے اور آپ بخیر و عافیت وطن مالوف کو واپس آئے ۔

گرفتاری و حوالات اور رہائی و برات

درد دل کا بکے درماں لیجئے	باغ دیں کا ابر نیساں لیجئے	ذاکر عالم کو چاہِ حزن میں	یوسف ثانی کو زنداں لیجئے

اعلیحضرت سے رخصت ہو کر امام ربانی گنگوہ واپس ہوئے تو نہایت درجہ محزون و مغموم۔ اُس وقت سیکڑوں افواہیں رات دن میں مشہور ہوتیں اور ہزاروں جھوٹی سچی گپ شپ اڑا کرتی تھیں۔ جدھر جایئے یہی تذکرہ کہ آج فلاں رئیس پھانسی دیا اور فلاں شخص قتل کیا گیا اور جہاں دیکھئے یہی ذکر مذکور کہ وہ باغی سمجھا گیا اور اسکو بجرم فساد سولی چڑھایا گیا۔ وہ روپوش ہے اور اُسکی تلاش ہے غرض ایسی گھبراہٹ کا تلاطم تھا کہ ہر عورت کو بیوہ ہو جانے کا ہر وقت خطرہ تھا اور ہر بچہ کو قدم قدم پر یتیم بنجانے کا اندیشہ و غم۔

حضرت امام ربانی کو یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ آپ کا نام بھی مشتبہ اور قابل اخذ مجرموں کی فہرست میں درج ہو چکا ہے اور آپکی گرفتاری و تلاش میں دو دھوپ آیا چاہتی ہے مگر آپ پُر استقلال بنے ہوئے خدا کے حکم پر راضی تھے اور سمجھے ہوئے تھے کہ میں جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار رہا ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے اُسے اختیار ہے جو چاہے کرے اپنا تو بال برابر بھی فکر نہ تھا البتہ جب مفارقت احباب کا سماں بندھ جاتا تو آپکی زبان پر یہ قطعہ آجاتا۔ قطعہ

شَیْئَانِ لَوْ بَکَتِ الدِّمَاءَ عَلَیْہِمَا عَیْنَایَ حَتّٰی تُؤْذِنَا بِذَھَابِ
لَمْ یَبْلُغَا الْمِعْشَارَ مِنْ حَقَّیْہِمَا فَقْدُ الشَّبَابِ وَفُرْقَۃُ الْاَحْبَابِ

سب سے زیادہ اپنے روحانی باپ اعلیحضرت کی مفارقت اور ہندوستان میں یتیم رہجانے کا غم تھا جو آپ کو کسی کروٹ چین نہ لینے دیتا تھا راتوں آپکو اس رنج میں نیند نہ آتی اور دنوں آپ اس دھن میں رہتے کہ کسی طرح اعلیحضرت کی ایک دفعہ اور زیارت کرلوں مگر جائیں تو کہاں جائیں اور ملیں تو کسطرح ملیں نہ اعلیحضرت کی کوئی جائے قیام معین نہ بحالت روپوشی کسی جگہ کا تعین آخر شدہ شدہ آپکو پنجلاسہ کا پتہ چلا اور آپ بسم اللہ کہکر گنگوہ سے نکل کھڑے ہوئے۔ راتوں چلتے دنوں چھپتے خاردار جنگل پیدل قطع کرتے ہوئے پنجلاسہ پہنچے اور حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رائپوری کے مکان پر مقیم ہوئے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ مولانا عبدالرحیم صاحب کو طفولیت میں حضرت امام ربانی کی زیارت ہوئی اور آفتاب عالم کو اپنے گھر کا مہمان بنا دیکھا۔ حضرت مولانا نے نہایت شفقت کے ساتھ آپ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا پڑھکر دم فرمائی۔

چھوٹے بھائی منشی نعیم الدین اور حضرت کے بہنوئی نمبردار غلام رضا حسن علی صاحب اور شیخ ولی محمد صاحب وغیرہ بیتاب و مضطرب لپکے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے دیکھا کہ آپ مسجد میں تشریف فرما ہیں بوریہ لپٹا ہوا بستر اور عصا کونہ میں رکھا ہوا ہے آپ کے ہاتھ میں تسبیح ہے چہرہ مغموم ہے مگر زبان پر ذکر خدا جاری ہے چند طالب علم محزون ادھر اُدھر بیٹھے ہیں اور سنسان خالی حجرہ کے اردگرد بھی ایک سناٹا چھایا ہوا ہے۔ یہ نووارد مجمع سلام کرکے بیٹھ گیا اور ملتمس ہوا کہ اے ہمارے سرتاج دینی بادشاہ سرائے والوں نے آپکی قدر نہ پہچانی یہ انکی قسمت اب آپ ہم ناکارہ غلاموں کی عزت افزائی فرمادیں اور شہر تشریف لے چلیں مکانوں میں جو مکان اور حجروں میں جو حجرہ پسند خاطر عاطر ہو اُسمیں سکونت اختیار فرمادیں۔ ہم اپنی عقیدت ظاہر نہیں کر سکتے البتہ اتنا ضرور سمجھتے ہیں کہ آخری پیغمبر کو جب اہل مکہ نے مکہ سے باہر کیا تو حق تعالیٰ نے اہل مدینہ کو یہ عزت دی کہ انہوں نے آنکھوں پر رکھا اور نعمت نصرت سے مالا مال ہوئے آپ نائب رسول کے ہیں یہ واقعہ بھی اُسی کا نمونہ اور نیابت کا جزو ہے ہماری خوش نصیبی ہے اگر ہماری درخواست منظور اور تمنا پوری ہو جائے۔

امام ربانی قدس سرہ نے اِن لوگوں کی ہمدردی کا شکریہ ادا کیا دعا دی کہ حق تعالیٰ تمہاری جان و مال میں برکت دے باقی اِس درخواست کو منظور نہ فرمایا کہ خود اُنکے ساتھ چلے جائیں بلکہ یہ کہکر کہ " میں یہاں بہت راحت سے ہوں خدا کا بندہ خدا کے گھر میں پڑا رہے گا نہ کوئی نکالنے والا ہوگا نہ اُٹھانے والا" انکو رخصت فرمادیا سرائے کے پیرزادے توقع کے خلاف حجرہ اور سہ دری کے اسقدر جلد اور بے تامل خالی ہو جانے سے دلوں میں لوہا مان گئے اور اپنی مکروہ و ناشائستہ حرکت پر خود نادم و منفعل ہو چکے تھے۔ منجانب اللہ انکو تنبہ ہوا اور ایک نے دوسرے پر الزام رکھا کہ تم نے یہ گستاخ حرکت ہے کرائی ہائے افسوس جدامجد کے آباد حجرہ کو برباد اور معمور کوٹھری کو ویران کرادیا دینی علوم کی درس و تدریس کو بند کیا اور تمام خیر و برکات کو موقوف غرض نادم و پشیمان ہوکر جلسہ کیا اور مشورہ کرکے حضرت امام ربانی کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئے اپنی گستاخی کا عذر کیا خطا کی معافی چاہی اور حجرہ کے پھر آباد کرنیکی درخواست کی۔

حضرت قدس سرہ کو مسجد میں قیام کئے ہوئے تین چار دن گزر لئے تھے آپنے مسجد کو چھوڑ کر حجرہ میں جانے سے انکار کیا مگر جب اِن لوگوں کا اصرار حد سے بڑھ گیا اور ضعیف العمر بوڑھوں سن سفید ریش بڈھوں نے آپسے اسکی تمنا کی تو آپنے گردن نیچے جھکالی اور بدستور سابق حجرہ میں رونق افروز ہوئے۔

حضرت کا ایک کمال اُسوقت ظاہر ہوا تھا جبکہ آپنے حجرہ خالی کیا تھا اور دوسرا کمال اِسوقت نمایاں ہوا

کلوخ سے استنجا خشک کرتے ہیں میں یہ سمجھتا تھا کہ کسی حدیث مرفوع سے اسکا ثبوت نہیں ہے ایک بار حضرت امام ربانی سے دریافت کیا تو آپ نے فوراً استدلال میں یہ حدیث مرفوع پڑھ دی استنزہوا من البول فان عامۃ عذاب القبر منہ اور کلوخ لینا یقیناً استنزاہ میں داخل ہے پس بالکل اطمینان ہوگیا۔

تشہد میں جو رفع سبابہ کیا جاتا ہے اسمیں تردد تھا کہ اس اشارہ کا بقا کسوقت تک کسی حدیث میں منقول ہے یا نہیں حضرت قدس سرہ کے حضور میں پیش کیا گیا فوراً ارشاد فرمایا کہ "ترمذی کی کتاب الدعوات میں حدیث ہے کہ آپ نے تشہد کے بعد فلاں دعا پڑھی اور اسمیں سبابہ سے اشارہ فرما رہے تھے" اور ظاہر ہے کہ دعا قبل سلام کے پڑھی جاتی ہے پس ثابت ہوگیا کہ اخیر تک اُسکا باقی رکھنا حدیث میں منقول ہے اور یہ بھی فرمایا کہ لوگ اس مسئلہ کو باب التشہد میں ڈھونڈتے ہیں اور وہاں ملتا نہیں اس سے سمجھتے ہیں کہ حدیث میں نہیں ہے امام ربانی کا سرعت انتقال ذہنی اور ملکہ استنباط و فقاہت ان دونوں واقعہ سے اظہر من الشمس ہے۔

سب سے مقدم اُس مراسلہ کا ہدیہ ناظرین کرنا مناسب سمجھتا ہوں جو حضرت امام ربانی قدس سرہ اور مولانا الحافظ الحاج القاری شاہ اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ کے مابین ۱۳۱۲ھ میں پیش آیا چونکہ علامہ زمن مولانا اشرف علی صاحب زید مجدہ کا تبحر علمی ہندوستان کے ہر ہر عالم کو تسلیم ہے اِس لئے شکوک وشبہات کی تقویت اسی سے اندازہ ہوسکتی ہے اور اسکے ساتھ ہی مولانا تھانوی ام ظلہ کا وہ طبعی خداداد جوہر قابل لحاظ ہے جسکو سلامتی قلب اطاعت حق فروتنی وبیہ دائی اور سچا اسلام یعنی گردن نہادن بطاعت کہا جاتا ہے آپکا رجوع الی الحق جو تکبر و نخوت علمی سے بےلوثی کی علامت اور برحق علم کے سچے اثر کا ثمرہ ہے آپ کے کمال کو اُس حد تک پہنچا رہا ہے کہ واللہ العظیم مولانا تھانوی کے پاؤں دھو کر پینا نجات اُخروی کا سبب ہے یہ امتثال واذعان کی مثال علماء زمانہ کے لئے مولانا تھانوی کی وہ پائدار یادگار ہے جو مُردہ سنت کے زندہ کرنے میں اس چودھویں صدی کے اندر سب سے پہلے مولانا کے ہاتھوں ظاہر ہوئی۔ چونکہ مولانا تھانوی میرے عقیدہ میں سرتاج علماء ہونے کے علاوہ خود میرے محترم پیشوا اور دینی آقا ہیں اسلئے اس پاکیزہ تحریر کو جو انشاء اللہ قیامت کے ہولناک دن میں مغفرت کی دستاویز اور قلبی سلامتی وایمان کی مہری سند بنا کر علی رؤس الاشہاد مولانا کے ہاتھ میں دیجائیگی سوانح میں شائع کرتا ہوں تاکہ احیاء سنت میتہ کی کسی درجہ میں تائید کا حصہ مجھ ناکارہ کو بھی ملجائے اور تھانوی آقا کی کسی ادنیٰ مرتبہ میں حشر کے دن مجھے بھی معیت نصیب ہوجائے

اس مراسلہ مرضیہ کے بعد دیگر علماء و زہاد اور خواص و عوام اہل اسلام کے پندرہ شبہات مع جوابات بیان کرونگا۔

سنے یہ کہ میرے سامنے فرمایا کہ "ہمکو بہت سے مسائل میں ہمیشہ دھوکا رہا" پس چونکہ بندہ ابتدائے صحبت سے خوکردہ ایسی عادات کا ہے اور فرط محبت وعقیدت سے عاری حضرت کے ارشاد کو جو بسبب تصدیق کرنے قول بعض مریدین بدفہم یا کم فہم کے اور مریدین خودغرض بدنام کنندہ پیران کے بحسن ظن خود صحیح سمجھ گئے ہیں سر دست قبول نہیں کرتا بلکہ حضرت کو معذور جانکر خطا سے بری سمجھتا ہوں قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من افتی بغیر علم فاثمہ علی من افتاہ لہذا حضرت کو معذور و بری جانکر اُن خودغرضوں کو آثم و ضال و مضل و مکتسب امتعہ دنیویہ در پردۂ دین یقین کرتا ہوں اور واللہ باللہ کہ تمپر خاصۃ ہرگز مجھے یہ گمان نہیں ہے بلکہ تمکو جو کچھ پیش آیا ہے بفرط عقیدۃ واقع ہوا ہے میں تمکو بھی اس امر میں معذور سمجھتا ہوں اور تمہارے واسطے دعائے خیر کرتا ہوں اگرچہ میں تمہارا شاکی بھی ہوں مگر یہ شکوہ میرا بوجہ محبت کے ہے کیونکہ شکوہ چاہنے والوں کا ہی ہوتا ہے غیروں سے کسی کو شکوہ نہیں ہوتا۔ امر اول کا جواب تمام ہو چکا۔

امر ثانی کے باب میں جو کچھ آپ نے تدبیریں لکھی ہیں اُنمیں بندہ کچھ دخل نہیں دیتا جسطرح مناسب جانو اور مصلحت سمجھو اُسکی تدبیر کرو غرض خلق خدا کو مبتدع کے پنجے سے چھڑانا منظور ہے جسطرح حاصل ہو اور جو تشدد کہ موجب فساد ہو اُس سے بچنا مناسب ہے۔

اِس مرتبہ کے مواعظ و بیانات آپ کے جو تھانہ بھون ہوئے اُنکو سُنکر بندہ بہت خوش ہوا اور تمہارے واسطے دعائے خیر کرتا ہوں فقط

اِس تحریر میں اگر کوئی آپکو شبہہ ہو تو اُسکے اظہار کی اجازت ہے ہرگز شرم نہ کریں بندہ ہرگز ناخوش نہ ہوگا اگر مجھسے کوئی خطا ہوئی ہوگی تو بشرط فہم اُسکے قبول کرنے میں دریغ نہ ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ ۵ محرم الحرام۔

تیسرا خط از مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ

از کمترین خدام محمد اشرف علی۔ بعالیخدمت سراپا برکت دستگیر درماندگان رہنمائے راہ گم گشتگان حضرت مولانا الحاج الحافظ المولوی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم۔ بعد تسلیم نیاز خادمانہ التماس ہے والا نامہ عین انتظار میں شرف صدور لایا حضور نے جو اس نادان ناکارہ کی دستگیری فرمائی اگر ہر بُن مو سے اُسکا شکر ادا کروں تو محال ہے بس بجز اسکے کیا عرض کروں ع شکر نعمتہائے تو چندانکہ نعمتہائے تو + بالخصوص کلمات محبت و شفقت آمیز سے جو کچھ مسرت و طمانیت ہوئی شاید عمر بھر بھی کبھی مجھکو میسر نہیں ہوئی اللہ تعالیٰ حضور کی ذات اقدس کو بایں افادہ ہم نیاز مندوں کے سر پر سلامت رکھے چونکہ حضور کے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معذور فرمایا بلکہ سزا اُس فعل کی دی کہ جسکی تفصیل بہت طویل ہے پس قول صوفی صاحب کا محض باطل ہے اور زاہد صاحب کا قول صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

(ش ۴۳) شرع کا کیا حکم ہے کہ کوا دیسی جو عموماً بستیوں میں پایا جاتا ہے حلال ہے یا حرام فقہا رنے بعض قسم کوے کو حلال لکھا ہے اور بعض کو حرام اب یہ دریافت کرنا منظور ہے کہ یہ کوا قسم حرام میں ہے یا حلال میں؟ بینوا توجروا۔

(ج) کتب فقہ میں تعیین اقسام غراب بیں الفاظ مختلف ہیں مگر جب یہ فیصلہ خود کتب فقہ میں مذکور ہے کہ مدار اسکی خوراک پر ہے پس یہ کوا جو ان بستیوں میں پایا جاتا ہے اگر یہ عقعق نہ ہو تو بھی اسکی حلت میں شبہ نہیں ہے اسلئے کہ جب وہ بھی خلط کرتا ہے اور نجاست وغلہ ودانہ سب کچھ کھاتا ہے تو اسکی حلت بھی مثل عقعق کے معلوم ہوگی خواہ اُسکو عقعق کہا جاوے یا نہ کہا جاوے فقط واللہ تعالیٰ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(ش ۴۴) زید اپنے آپکو حنفی بتاتا ہے مگر مولوی نذیر حسین دہلوی کا مداح ہے اور آمد ورفت بھی رکھتا ہے یوں کہتا ہے کہ جامع شواہد میں جو عقاید غیر مقلدین کے درج ہیں وہ غلط ہیں صاحب جامع نے غیر مقلدوں پر تہمت کی ہے زید مذکور اکثر بلکہ ہمیشہ غیر مقلدوں کے ساتھ شریک ہوکر انکی مسجد میں نماز پڑھتا ہے اب حنفیہ کی مسجد کا امام بننا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ غیر مقلدوں کی مدح کرنیوالے شخص کی امامت میں تو کیا حرج ہوسکتا ہے میں تو حنفیہ کی کتابوں سے رافضی اور خارجی کی امامت کا ثبوت دیدوں پس ایسے شخص کی امامت اور وعظ سننا جائز ہے یا ناجائز مشرح قول فیصل تحریر فرمادیجئے کہ نزاع باہمی رفع ہو۔

(ج) غیب کی بات تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مگر اصل حال یہ ہے کہ اس زمانہ میں غیر مقلد تقیہ کرکے اکثر اپنے آپکو حنفی کہدیتے ہیں اور درواقع میں حنفیہ کو مشرک بتلاتے ہیں خود مولوی نذیر حسین نے مکہ معظمہ میں غیر مقلد ہونے سے تبری اور حلف کیا اور حنفی اپنے آپکو بتلایا اور ہندوستان میں وہ ہر روز سخت غیر مقلد تھے اور اب بھی وہ ویسے ہی ہیں سو جب امام کا یہ حال ہو تو انکے مقتدی کیسے کچھ ہونگے اور مولوی نذیر حسین کا حنفیوں کو بد تر از ہنود کہنا معتبر لوگوں سے سُنا گیا ہے اور خود مخلص شاگرد اُن کے تقلید شخصی کو شرک بتاتے ہیں تو یہ شخص مداح اُن کا کسطرح حنفی ہوسکتا ہے یہ دعویٰ اُسکا قابل قبول نہیں اظہار حال۔ اور جامع الشواہد سے لاریب وہ دوسرے غیر مقلد بھی تبری کرتے ہیں مگر جس جس رسائل سے صاحب جامع شواہد نے نقل کیا ہے انمیں ہرگز تحریف نہیں چند رسائل سے بندہ نے بھی مطالعہ کر دیکھی ہے اور یہ عقاید بعض غیر مقلدین کے بعض معتبروں کی زبانی دریافت ہوئے اور اب

فتاویٰ

(س ۱) کوئی پیر اس ارادہ سے مرید کرے کہ مجکو جب کوئی حاجت پیش ہوگی تو مریدوں سے روپیہ تحصیل کرونگا و مرید کرنے سے مقصود اصلی اُسکا اوقات بسری ہو اور ضمناً کسی قدر ہدایت بھی ملحوظ ہو اور جبراً قہراً مریدوں سے روپیہ لیوے کہ تم لوگ ہمارے مرید ہو کیوں نہیں مجکو خرچ دیتے ہو اور سب چندہ کر کے روپیہ لے تو ایسے پیر کے ہاتھ پر مرید ہونا جائز ہے یا نہیں اور ایسا شخص پیری کے لائق ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

(ج) ایسا شخص مذکور فی السوال لائق بیعت نہیں ہے کیونکہ مشائخ نے اخذ بیعت کے لئے جو شرائط مقرر فرمائی ہیں ان میں ایک شرط زہد عن الدنیا بھی لکھتے ہیں قال الشیخ ولی اللہ قدس سرہ والشرط الثالث ان یکون زاہدا فی الدنیا راغبا فی الآخرۃ الخ پس جو شخص کہ تحصیل مال مریدین سے مراد رکھتا ہے وہ بذریعہ تعلیم دین کے دنیا حاصل کرتا ہے اور طریقہ حقہ الٰہی رضی اللہ تعالیٰ کو کسب حطام دنیا ٹھیراتا ہے اور وعید حدیث یخرج فی آخر الزمان رجال یختلون الدنیا بالدین الخ میں داخل ہے پس ہرگز قابل پیری کے نہیں اور بیعت اُس سے حلال نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(س ۲) کیا حکم شرع ہے اس مسئلہ میں کہ کسقدر فصل درمیان امام و جنازہ کے ضروری ہے اور غایت فصل امام اور جنازہ کے درمیان کہاں تک جائز ہے مع حوالہ کتاب بیان فرمائیے۔

(ج) امام صلوٰۃ جنازہ اور جنازہ میں وہ فصل مانع جوازِ صلوٰۃ کا ہے جو مابین امام و مقتدی جماعت صلوٰۃ مطلقہ کے مانع جواز اقتدا کا ہے کیونکہ اتحاد مکان امام و جنازہ کا شرط جواز صلوٰۃ ہے شرح منیہ وغیرہ کتب فقہ سے صاف واضح ہے اور جنازہ کو بعض وجہ سے حکم امام کا دیا ہے پس وہ فصل جو اقتدار کا مانع ہے وہی فصل جنازہ و امام کے مابین مانع جوازِ صلوٰۃ جنازہ ہوگا قال فی الدر المختار و یمنع من الاقتداء خلاء فی الصحرا یسع صفین الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(س ۳) صلوٰۃ جنازہ بطور دوام بلا تامل اس عذر سے کہ کوئی میدان وسیع قریب میسر نہیں بلا کراہت مسجد میں جائز ہے یا نہیں پھر اس عذر کی حالت میں صلوٰۃ جنازہ مسجد میں اولیٰ ہے یا طریق میں؟ اور بلا عذر معتدبہ مسجد میں ادا کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟

(ج) راہ میں نماز جنازہ بایں عذر درست ہے اور مسجد میں مکروہ۔ واللہ اعلم

(س ۴) یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ یا مثل اسکے استعانت وامداد یا دُہائی وغیرہ کے الفاظ جن قبیہ وغیرہ میں موجود ہوں اسکا پڑھنا اس عقیدہ سے کہ منجانب شان الفاظ میں ایک نوع کا اثر ہے جس سے مقصد برآری ہوتی ہے اور ہر امر میں متصرف ہونا اللہ واحد ہی کی شان ہے جائز ہوگا یا نہیں اور اس کا بطلان مع اس عقیدہ کے آیہ شریفہ فلما آتاہما صالحاً جعلا لہ شرکاء سے ہو سکتا ہے یا نہیں قطع نظر اسکے

(پس جب دیدیا آدم و حوا کو صالح فرزند تو بنانے لگے اسکے شریک)

فساد عقیدہ عوام اسمیں متصور ہے یا نہیں ؟

(ج) اس کلمہ کو ہر حال پڑھنا ناجائز ہے مگر بعقیدہ علم غیب و تصرف اختیاری شرک ہے اور بدون اس کے محض برکت لفظی کے خیال سے مکروہ مگر جائز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(س ۵) ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ اہل مذہب امام صاحب کا معانقہ کے بارہ میں کیا ہے اور نماز عید کے بعد معانقہ کرنے کا کیا حکم ہے جائز ہے یا مستحب یا مکروہ اور مکروہ ہے تو کس قسم کی کراہت ہے تنزیہ یا تحریم ؟

(ج) معانقہ کرنا بشرطیکہ کوئی مفسدہ اسمیں نہو جائز ہے اور اگر کوئی مفسدہ ہے تو مکروہ تحریمہ و حرام ہے لقولہ علیہ السلام نہی عن المکاعمۃ الحدیث اور مکاعمہ کے معنی معانقہ ہے اور اگر کچھ فساد نہیں تو مطلقاً مباح ہے اور جو کوئی وقت اُسکو بالخصوص کیا جاویگا تو بدعت ہو جاویگا جیسا کہ بعد عید کے عوام کے نزدیک یہ مثل ضروری کے ہوگیا ہے کہ اگر کوئی نہ کرے تو اُسپر اعتراض مثل ترک واجب کے کرتے ہیں لہذا اب بوجہ فساد عقیدہ عوام اور خواص کالعوام کے بدعت ہے چنانچہ مصافحہ مطلقاً سنت ہے مگر وقت تخصیص وقت کے بدعت ہوگیا ہے

قال فی رد المحتار قد یقال ان المواظبۃ علیہا بعد الصلوات خاصۃ قد یودی الجہلۃ الی اعتقاد سنیتہا فی خصوص ہذہ المواضع وان لہا خصوصیۃ زائدۃ فی ہذہ المواضع علی غیرہا مع ان ظاہر کلامہم وانہ لم یفعلہا احد من السلف فی ہذہ المواضع ونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انہ تکرہ المصافحۃ بعد الصلوۃ بکل حال الخ غرض جب مصافحہ مسنونہ اس تخصیص سے بدعت ہوگیا ہے تو معانقہ مباحہ کو بطریق اولی مکروہ و بدعت کہنا ضرور ہوگا خصوصاً حالت فساد میں جیسا کہ یوم عید میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(س ۶) اگر مستورات کسی ایسے مکان کی چھت پر جو مسجد سے دو چار قدم کے فاصلہ پر واقع ہو صرف امام کی قرأت کی آواز کان میں آنے کی بنا پر اقتدا کرلیں خواہ صف نساء مقابل صف رجال ہو یا نہو پس انکی نماز ہو جائیگی یا نہیں اور فرض ادا سمجھا جائیگا یا نہیں ؟

(س ۳۲) بعالیجناب حضرت مولانا رشید احمد صاحب دام اللہ فیضہم بعد سلام مسنون کے عرض پرداز ہوں۔ کچھ ضروری امور بامید جواب عرض کرتا ہوں اُمیدوار ہوں کہ بہ ترتیب جواب سے سرفراز فرمادیں۔

(۱) نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو استغفار کا حکم اور اُسکے منافع بتلائے وہ منافع کیا اُنہیں کے لئے مخصوص تھے یا ہمارے واسطے بھی وہی منافع ہیں؟

(۲) قرآن شریف میں استغفار کے واسطے بہت جگہ ارشاد فرمایا ہے اور صحیح حدیث میں بہت کچھ فضائل ارشاد ہوئے ہیں تو یہ فضائل کن الفاظ کے پڑھنے سے اور کسقدر پڑھنے سے حاصل ہوتے ہیں صرف استغفر اللہ کے پڑھنے سے یا استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ کے پڑھنے سے یا اللھم اغفرلی وتب علی انک انت التواب الرحیم کے پڑھنے سے اور ان تینوں صیغوں میں افضل کسکا پڑھنا ہے اور کسقدر پڑھنے سے فضیلت موعودہ حاصل ہوسکتی ہے؟

(۳) جتنی دیر میں استغفر اللہ استغفر اللہ ہزار مرتبہ پڑھا جاتا ہے اُسی قدر دیر میں استغفر اللہ الذی الخ یا اللھم اغفرلی الخ تین سوبار پڑھا جاتا ہے پس اول کا ہزار مرتبہ پڑھنا بہتر ہے یا آخر میں سے کسی ایک کا تین سوبار پڑھنا بہتر ہے؟

(۴) اگر بغیر حضور قلب کے استغفار پڑھا جائے تو اس صورت میں فوائد ومنافع استغفار کے حاصل ہوں گے یا نہیں یا بلا حضور پڑھنے سے گناہگار ہوتا ہے؟

(۵) اگر کوئی ایسا شخص جس نے روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف پایا ہو اور بسبب ایک مرتبہ دیکھ لینے کے آپ کے روضہ منورہ کا تصور صحیح طور پر کرسکتا ہو اگر یہ خیال کرکے کہ میں روضہ منورہ کے سامنے موجود ہوں درود شریف پڑھا کرے اور اسطرح خیال کرکے پڑھنے سے اُسکے قلب میں رقت اور آنحضرت روحی فداہ کی محبت زیادہ ہوتی ہو تو ایسا خیال کرکے درود پڑھنا کیا بُت پرستی میں داخل ہے اور پڑھنے والا گناہگار ہوتا ہے یا ثواب ہے اور اسکا ثمرہ جو رقت قلب اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ازدیاد محبت پیدا ہوتا ہے وہ القاء رحمانی ہے یا وسوسہ شیطانی؟

(۶) اللھم صل علی سیدنا محمد وآلہ وسلم پڑھنا بہتر ہے یا اللھم صل وسلم علی سیدنا محمد وآلہ بعدد کل معلوم لک پڑھنا بہتر ہے پہلا درود جس عرصہ میں ایک ہزار دفعہ ہوتا ہے دوسرا پانسو مرتبہ پس پہلے کی ایک ہزار تعداد کا زیادہ ثواب ہے یا دوسرے کی پانسو مقدار کا؟

(۷) صلوۃ اشراق کا وقت آفتاب کے ایک نیزہ بلند ہونے پر ہوجاتا ہے اگر کسی شخص کا وظیفہ معمولی ۹ بجے

دن تک ہو تو وہ شخص آفتاب کے بلند ہونے پر وظیفہ کے درمیان اشراق کی نماز پڑھے یا وظیفہ ختم کرکے نو بجے اشراق پڑھے کونسی صورت افضل ہے؟

(ج) بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا حال دریافت ہوا بندہ کو ماہ ربیع الاول سے ابتک ایک ضعف اور بخار خفیف ہے سبق بند اور کاروبار سب ابتر اور اس تمام نواح میں بخار کی کثرت ہے حق تعالیٰ رحم فرمادے جواب مسائل کے

(۱) استغفار کے منافع اس امت کے واسطے بھی وہی ہیں جو حضرت نوحؑ نے فرمایا تھا قرآن میں اس امت کو سنانے کو ذکر فرمایا ہے۔

(۲و۳) استغفار کے معنی بخشش چاہنے کے ہیں جس لفظ سے بخشش چاہتا ہوگا بس وہی استغفار ہے خواہ کسی زبان میں ہو خواہ کسی صیغہ میں ہو اگر کوئی کہے الٰہی میری توبہ ہے یہ بھی استغفار ہے اور اگر کہے الٰہی بخشدے یہ بھی استغفار ہے اللھم اغفرلی اور استغفر اللہ یہ بھی استغفار ہے غرض کسی لفظ سے استغفار کرے جو فضیلت استغفار کی ہے سب میں حاصل ہوگی مگر وہ صیغہ کہ اُسکی فضیلت حدیث میں آگئی ہے اُسمیں زیادہ ثواب ہوگا اسواسطے استغفر اللہ الذی لا الہ الا ہو الحی القیوم و اتوب الیہ یہ افضل ہے اسواسطے کہ متضمن ہے کلمہ توحید پر اور صفات حق تعالیٰ کی اس میں زاید ہیں ورنہ نفس استغفار میں سب برابر ہیں پس گھڑی بھر میں اگر استغفر اللہ استغفر اللہ مثلاً ہزار بار اور اتنی ہی دیر میں مثلاً استغفار حدیث کو سو بار کہے تو بوجہ استغفار کے وہ افضل ہوگا اور بوجہ اس فضیلت توحید کے یہ افضل ہوگا فضیلت کلی نہیں دیسکتا بعض وجہ کر وہ افضل ہے اور بعض وجہ کر یہ افضل ہے۔

(۴) بغیر حضور کے استغفار پڑھنے میں جو فضائل کہ استغفار کے ہیں حاصل نہیں ہوتے مگر ثواب سے خالی بھی نہیں ہے

(۵) تصوّر روضہ مطہرہ کا وظیفہ کے وقت میں اگرچہ بُت پرستی تو نہیں مگر میں پسند نہیں کرتا۔

(۶) درود کے صیغوں کا وہی جواب ہے جو استغفار میں لکھا گیا۔

(۷) اشراق کا وقت بلندی یک نیزہ سے شروع ہو کر ایک ربع دن تک رہتا ہے جب چاہے پڑھے بلکہ موخر کرکے پڑھنا اولیٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم فقط

اول اپنے ہاتھ سے لکھنا شروع کیا تھا لیکن بوجہ بخار کے نہ لکھ سکا اسلئے دوسرے کے ہاتھ سے پورا کرا کے بھیجتا ہوں والسلام

(س ۳۳) اولیاء اللہ اور صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں باعتبار ولایت و تقرب کے فرق بعید ہے حالانکہ احادیث میں صحابہ کی معصیتوں کے تذکرے آتے ہیں اور سزائیں بھی دنیا یا قبر یا آخرت کی مذکور ہیں اور اولیاء اللہ تو سرتاپا طاعت اور عبادت کے عادی و خوگر ہوتے ہیں گویا معصیت و نافرمانی جانتے ہی نہیں کر کیا ہے اگرچہ کی

عمر بھر کے حالات ٹٹولے جائیں اور سوانح دیکھی جائیں تو سوائے کشف و کرامات اور محویت و استغراق کے دنیا کی طرف توجہ نظر ہی نہیں آتی اُن کے بارے میں الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون ارشاد خداوندی ہے اِس تقریر پر متفرع ہو کر بہتیرے واہیات خیالات وساوس وارد ہوتے ہیں اِس لئے متمنی ہوں کہ اِس مسئلہ کی تقریر فرما کر مطمئن فرما دیں؟

(ج) اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ اور اول درجہ کے اولیا ہیں ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کے برابر اعلیٰ سے اعلیٰ ولی بعد صحابہ کا نہیں ہو سکتا۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ باایں مرتبہ عظمیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ کہ لوگوں کے نزدیک ادنیٰ ہیں اور طرح طرح کے اُنپر حرف لگاتے ہیں اس درجہ کے ہیں کہ اُنکے گھوڑے کے سُم کی خاک میری آنکھ میں اگر پڑ جائے تو میری نجات وسعادت ہے۔ عوام یوں جانتے ہیں کہ ولایت کشف و کرامات کا خلوت نشینی کا نام ہے" یہ غلط ہے ولایت "مقبولیت و اتباع کا نام ہے" یہ اشغال و مراقبات جو ایجاد کئے ہیں اسواسطے ہیں کہ جو مرتبہ حسن اخلاق و معاملات کا صحابہ کو حاصل تھا اُسکا کچھ شمہ ان اشغال کے ذریعہ سے حاصل ہو جاوے غرض ادنیٰ صحابی اعلیٰ ولی بعد قرن صحابہ سے افضل ہے باقی رہا عذاب کا ہونا تو اولیاء اصطلاح عوام کے اس سے کب خالی ہیں خدا کے سب بندہ ہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عذاب سے ڈرتے رہے اولیاء کو عذاب ہو سکتا ہے اور یہ عذاب ایسا ہے جیسا زرگر سونے چاندی کو صاف کرنے کے واسطے بوتہ میں ڈالکر صاف کرتا ہے اولیاء سے جو کچھ معصیت ہوئی اور توبہ نہوئی اُسکو صاف کرتے ہیں معصوم انبیا علیہم السلام کے سوائے کوئی نہیں اولیاء سے گناہ کبیرہ صغیرہ ہو جاتا ہے اور کفر بھی ہو جاتا ہے پھر توبہ نصیب ہوئی پھر ولی ہو گئے اسمیں کوئی امر خلاف قاعدہ نہیں۔ عوام کے نزدیک اولیاء سے گناہ نہیں ہوتا یہ بالکل غلط عقیدہ ہے اِس سے تم توبہ کرو الحاصل یہ آیت اصحاب کے حق میں اول ہے اور دیگر اولیاء کے واسطے پیچھے اور معصیت سے کوئی خالی نہیں ولایت جس شے کا نام ہے وہ صحابہ میں ہزار با درجہ اوروں سے زاید تھی کشف کرامات کا نام ولایت نہیں فقط والسلام عبداللہ شاہ مدت سے بیمار چلے جاتے ہیں سلام کہتے ہیں اِس مسئلہ ولایت کو زبانی بیان ہو تو خوب سمجھو گے اول تحقیق ولایت جاننا لازم ہے پھر خلاصہ نسبت مشائخ جاننا کہ کیا شے ہے پھر غرض تحصیل نسبت کا جاننا کہ کیا مقصد اُس سے ہے پھر تحقیق اسکی کہ صحابہ کا کیا حال تھا جب یہ سب باتیں معلوم ہو لیویں پوری فہم اس مسئلہ کی اُسپر موقوف ہے فقط والسلام

(س ۳) لیلۃ القدر میں روح کے نزول سے کیا مراد ہے اور اسکو الف شہر سے بہتر کہنا کس ساعت کی عبادت کے اعتبار

(ج) شب قدر کو ملائکہ مع جبرئیل نزول فرماتے ہیں اور برکات ہوتی ہیں مگر اسکا مشاہدہ اہل باطن کو ہوتا ہے نہ عوام کو اور عبادات کا ثواب ساری شب میں ہزار ماہ کا ہے اور تھوڑے میں بحساب ملتا ہے اگر گھنٹہ بھر جاگا اور عبادت کی تو شب کے بارہویں حصہ کا ثواب ملا فقط

(س ۳۵) قرآن مجید کی تلاوت میں اگر موذن اذان کہے تو جواب اذان دینا جائز ہے یا نہیں؟

(ج) اگر کوئی شخص قرآن شریف پڑھتا ہو تو اسکو اذان کے وقت چپ ہو کر جواب دینا اذان کا بہتر ہے اور اگر پڑھتا رہے تب بھی مضائقہ نہیں۔

(س ۳۶) کسی فاسق مسلمان کا کھانا کھانے اور کافر ہندو یا عیسائی کا کھانا کھانے میں شریعت کیا حکم دیتی ہے اور وکیل یا کسی سرکاری ملازم کی دعوت کیسی ہے؟

(ج) جس شخص کی کمائی حلال ہے اُسکے گھر کا کھانا حلال ہے اگرچہ وہ کافر یا بیدین فاسق فاجر ہو اور جسکی کمائی حرام ہے اُسکے گھر کا کھانا نادرست اور حرام ہے اگرچہ وہ کیسا ہی متقی کہلاتا ہو۔ وکلاء کی کمائی حرام ہے اور اور ملازمان سرکاری کی بعض کی درست ہے بعض کی نادرست جہاں اشتباہ ہو وہاں تحقیق کر لینا چاہیئے جسکے یہاں دونوں طرح کا مال ہو وہاں تحقیق ہو سکے تو بہتر ہے ورنہ غالب پر اعتماد کیا جاوے۔

(س ۳۷) وضو کے بچے ہوئے پانی سے استنجا کرنا یا استنجا کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

(ج) استنجا وضو کے بچے ہوئے پانی سے اور نیز وضو کرنا استنجا کرنے کے بعد جو پانی باقی رہے اُس سے یہ دونوں درست ہیں کسی میں کچھ کراہت نہیں اور نہ کوئی خاص ثواب ہے۔

(س ۳۸) معتکف کو حاکم کی طلبی کے باعث کچہری جانا جائز ہے یا ناجائز؟

(ج) معتکف کو بلا ضرورت اعتکاف سے نکلنا نہ چاہیئے اور بضرورت نکلنا جائز ہے۔ حاکم کا بلانا بھی ایک ضرورت ہے پس اعتکاف سنت و نفل میں چلا جانا چاہیئے اور اعادہ اعتکاف آئیگا اور اگر اعتکاف واجب ہے تو اعادہ چاہیئے۔

(س ۳۹) سمجھدار بچے حافظ قرآن ہو کر محراب سناتے ہیں رمضان میں تراویح اُنکے پیچھے ہو جاتی ہیں یا نہیں؟

(ج) لڑکے نابالغ کے پیچھے تراویح درست نہیں ہے اور جب تک کوئی علامت بلوغ کی نہ پائی جاوے یا اُسکو پندرہ برس پورے نہوں وہ نابالغ مانا جائیگا۔

(س ۴۰) حیض کی حالت میں اگر عورت کا انتقال ہو تو اسکو مرتے وقت کلمہ کی تلقین کیونکر کیجائے اور عورت کا

بقیہ واقعات اور حج فرض

غدر کے اگلے سال یعنی ۱۲۴۳ہجری ماہ ربیع الثانی میں حضرت امام ربانی کی صاحبزادی یعنی حافظ محمد یعقوب کی والدہ ماجدہ صفیہ خاتون تولد ہوئیں ان سے ایک سال قبل ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جسکا انتقال چند ایام کی عمر میں ہوگیا تھا۔ اولاد میں یہ پہلا ذخیرۂ آخرت تھا جسکو پیش خیمہ بناکر حق تعالیٰ نے عالم بقا میں پونچایا خدا کی شان ہے کہ دین کو دنیا پر ترجیح دینے کے امتحانات میں حضرت امام ربانی سے غیر اختیاری امور بھی اچھی کامیابی کے مظہر بنتے تھے کہ جگر کے ٹکڑوں اور فواد کے ثمرات میں سب سے پہلا فرط عالم آخرت میں فرط و اجر و ذخر قرار پایا۔ صاحبزادی صاحبہ کی عمر چار سال ۲ ماہ کی تھی کہ بیوم جمعہ ۱۴۔ جمادی الثانی ۱۲۴۷ہجری نبوی کو صاحبزادہ جناب مولانا حکیم مسعود احمد صاحب تولد ہوئے صاحبزادہ صاحب کے بعد حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کو دوسری صاحبزادی عطا ہوئیں جنکا نام امہانی رکھا گیا تھا مگر تقریباً تین چار سال کی عمر میں انتقال کرگئیں

صاحبزادی صاحبہ نے جسوقت ہوش سنبھالا چونکہ گھر کے گوشہ گوشہ میں اپنے پاک خدا کی یاد کا چرچا دیکھا اسلیئے بالطبع عبادت سے مانوس اور طاعت کی طرف راغب رہیں قطب العالم کے دولتکدہ میں سوائے دین کے شغلوں اور رضائے مولیٰ کی طلب کے سامان کے اور کیا تھا جسکی طرف بچپن میں طبیعت جھکتی اگر کھیل تھا تو نماز کا اور شغل تھا تو صاف ستھرے رہنے اور پڑھنے پڑھانے کا۔ بولنا آیا تو اللہ کا نام لوایا گیا اور نطق نے یاوری کی تو کلمہ طیب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھایا گیا۔ صاحبزادی کی پہلی معلّمہ یعنی انکی والدہ ماجدہ چونکہ خود ولیہ تھیں اسلیئے تعلیم و تربیت کا پوچھنا کیا جو بھی حرکت تھی وہ موافق سنت کے اور نشست و برخاست تک شریعت غراء کے مطابق یہانتک کہ قرآن مجید ماں سے پڑھکر ختم کیا اور اب باپ سے ترجمہ پڑھنے کا شوق ظاہر کیا۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ حضرت امام ربانی نے درس کا عام دروازہ کھولدیا اور صبح سے بارہ بجے تک طلبہ کے پڑھانے میں مصروف رہتے تھے۔ کھانا تناول فرمانے کی ضرورت سے گھر میں تشریف لاتے تو آپکی اہلیہ قرآن مجید صاف کیا کرتیں اور روزانہ پاؤ پارہ آپکو سنایا کرتی تھیں اسی حالت میں آپ نے صاحبزادی کو ترجمہ قرآن مجید شروع کرادیا اور عام فہم دینی تعلیم کی گھر میں بنیاد ڈالی۔ جسوقت صاحبزادی نے ترجمہ شروع کیا ہے رشتہ داروں کی چند لڑکیاں بھی اس لذیذ نعمت میں شریک ہوئیں چنانچہ آپ عام فہم اُردو زبان میں بات کا

اتفاقات سننے میں آئے ہیں کہ چلتے چلتے جدہ کا کنارہ نظر آیا اور ہوا الٹی تو جہاز کی الٹی رفتار اور پچھلے پاؤں لوٹنے سے بمبئی کا کنارہ دکھائی دینے لگا ہے اُن بیچارے مسافروں پر جنکو نیچے پانی اور اوپر آسمان کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا ایسے حسرتناک وقت میں جو کچھ گزرتا ہوگا وہ انہیں کا دل جانتا ہے آج تو بحری و بری ہر دو سفر دخانی قوت سے بفضل اللہ اس درجہ سہل ہوگئے کہ پچھلی مشقت کا سمجھنا بھی دشوار ہوگیا۔ بادی جہازوں میں عموماً ہندوستان سے جدہ تک پونچنا تین چار ماہ میں ہوتا تھا ہاں اگر تقدیر یاوری کرتی تھی تو بعض دفعہ دخانی جہاز سے بھی وقت کم صرف ہوتا اور چھٹے ساتویں دن ہی موافق ہوا کے تیز جھونکے بھاری اور بڑے سے بڑے جہاز کو جدہ پونچادیتے تھے۔

اسی مشقت والے سفر کے زمانہ میں حضرت امام ربانی قدس سرہ کو بمعیت رامپوری جماعت کثیرہ کے پہلے سفر حج کا اتفاق ہوا جسکو حج فرض کہا جاتا ہے چنانچہ آپ فیروز پور تک چھکڑے میں بیٹھے اور وہاں سے کشتیوں میں بہاولپور کے نیچے کو گزرتے ہوئے حیدرآباد سندھ پونچے وہاں سے بغلہ میں سوار ہوکر کراچی بندر آئے اور کراچی سے بغلہ ہی کی سواری میں بمبئی تک پونچے ایک نازپروردہ جسم اور نازک بدن نے اس کٹھن سفر کی ساری مشقتیں راحت سمجھکر برداشت کیں۔ سارے سفر میں آپکی ایک نماز بھی قضا نہیں ہونے پائی آپ سفر میں بھی اسی طرح اپنے خدا کی یاد میں لگے رہے جیسا کہ حضر کی حالت میں وطن کے اندر لگے ہوئے تھے سفر کی وہ پریشانیاں جو مسافروں کو گھبرادیا کرتی ہیں آپ پر کچھ بھی اثر نہ ڈال سکیں آپ ہر ناکامی میں ایسے ہی بشاش و مسرور رہے جیسا کامیابی پر ہونا چاہئے تھا۔ دقت یا تکلیف کا جو مضمون بھی پیش آتا چونکہ آپ سمجھتے تھے کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ہے اسلئے کبھی اُس سے اکتاتے نہ تھے الغرض جہاز آیا اور کرایہ طے ہوگیا سب نے ٹکٹ لے لئے اور جہاز پر سوار ہوگئے سواریاں سوار ہوکر منتظر تھیں کہ جہاز لنگر اٹھائے آفتاب غروب ہوگیا مگر جہاز نے لنگر نہ اٹھایا۔ انتظار کی تکلیف برداشت ہونی آسان نہیں ہے روانگی میں اتنی تاخیر کا ہونا تھا کہ چاروں طرف پریشانی چھاگئی کہ دیکھئے جہاز کب لنگر اٹھائیگا اور کب روانہ ہوگا اسی حالت پر کئی دن گزر گئے اور لوگوں کا اضطراب و انتشار بڑھتا رہا۔ کئی دن تک کنارے پر بندھے ہوئے جہاز میں بیٹھے بیٹھے سب اکتا گئے حضرت امام ربانی کے سوائے جہاز کا کوئی مسافر ایسا نہ تھا جو کم و بیش پریشان خاطر نہوا ہو حضرت امام ربانی نے جب رفقاء کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا "میاں گھبراتے کیوں ہو جہاز چوتھے روز روانہ ہوگا" خدا خدا کرکے چوتھا دن آیا تو اسکے پل پل اور لحظہ لحظہ پر مسافروں کی نگاہ تھی کہ دیکھئے آج بھی روانگی ہوتی ہے یا نہیں آخر آدھا دن گزر

بھی جب ہوا کی کا کوئی نام و نشان نہ پایا تو لوگوں نے حضرت سے عرض کیا کہ آج تو جو تھا دن قطع کیجئے آج بھی رہنے دیجئے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ کپتان نے لنگر کھلوا کر جہاز چھوڑ دیا اور بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا کی آوازیں جہاز میں گونج اٹھیں

چھوٹا سا جہاز یعنی بغلہ جسوقت کراچی سے روانہ ہو کر بمبئی جا رہا تھا کنارہ چھوڑے ہوئے تھوڑا عرصہ گزرا تھا کہ دفعۃً غلیظ ابر آسمان پر نظر آیا ہوا آگے بڑھتا اور اوپر چڑھتا بغلہ کے سر پر آ ٹھیرا اور برسنا شروع ہوا تند ہوا کے تھپیڑوں نے بغلہ کو ہلا یا اور ٹھنڈے پڑے ہوئے پانی میں جوش پیدا کر دیا سمندر میں تلاطم پیدا ہو گیا اور اطمینان سے بیٹھی ہوئی سواریوں کو ایک سخت طوفان نے آ دبایا۔ جہاز کے ناخدا نے اول تو بادبانوں کے ذریعہ سے ہوا کی روک تھام کی مگر جب جہاز کی حفاظت قابو اور اختیار سے باہر ہو گئی تو مایوس ہو گیا تھک گیا اور یہ الفاظ کہے کہ "حاجیو دعا مانگو طوفان آگیا" طوفان کا نام ہی ایسا موحش ہے کہ انسان گھبرا اٹھتا ہے اور جن پر بحری سفر کے وقت یہ حالت گزری ہو ان کی سراسیمگی کا تو پوچھنا ہی کیا؟ اس دہشتناک منظر کے وقت جبکہ سمندر کی موجیں پہاڑ بن بنکر جہاز کو تہ و بالا کرتی ہیں بڑے بڑے باہمت بہادر گھبرا اٹھتے ہیں بجلی کی چمک اور بادل کی کڑک اس ہیبت ناک نظارہ کا پیش خیمہ ہے اور تلخ و شور پانی میں ڈوب کر جان دینا نتیجہ و انجام پھر بھلا بغلہ کی تو ہستی کیا کراچی و بمبئی کے مابین طوفان کا آنا تھا کہ جہاز والوں کے چھکے چھوٹ گئے اور ناخدا تک کے ہاتھ پاؤں پھول گئے سواریوں میں ہل چل پڑ گئی کسی طرف آہ و بکا اور گریہ و زاری ہا اور کہیں وحشت و سراسیمگی اور سکوت تحیر جسکو دیکھئے پریشان حال اور جسے خیال کیجئے مضطرب و خائف اسوقت حضرت امام ربانی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا "بھئی کوئی مریگا تو ہے نہیں ہم تو کسی کے بلائے ہوئے جا رہے ہیں خود نہیں جا رہے" یہ اطمینان کے کلمات حضرت نے غایت طمانینت کے ساتھ رفقاء سفر کو سنائے مگر وہ تسکین و تسلی جو خدا داد آپکو حاصل تھی دوسروں کو حاصل ہونی دشوار تھی اسلئے اضطراب رفع نہوا یہانتک کہ تیسرے دن بادل چھٹ گیا ہوا تھم گئی تلاطم کمزور پڑ گیا اور جہاز اپنی اصلی رفتار پر چلنے لگا۔

جسوقت بغلہ اپنی حالت پر آگیا اسوقت حجاج کو اطمینان حاصل ہوا اور ناخدا نے وہ گھڑی دیکھی جس سے یہ معلوم ہو کہ بغلہ کہاں چل رہا اور طوفان کے طمانچوں سے راہ راست کتنی مسافت پر چھوڑ آیا ہے ناخدا گھڑی دیکھکر حیران ہو گیا اور سواریوں سے مخاطب ہو کر بولا کہ طوفان تمہارے سفر کا بڑا رفیق نکلا آج جسوقت جہاز جس جگہ چل رہا ہے کہ معمولی ہوا میں آٹھ روز تک بھی یہاں نہ پہنچ سکتا۔ طوفان میں جہاز بالکل سیدھے راستہ

چلا اور چند گھنٹوں میں تند ہوا نے چند روز کی مسافت قطع کرادی۔

سنا ہے کہ طوفان کی سخت شدت کے وقت جسکی تھوڑی دیر بعد سکون کے آثار پیدا ہوئے حکیم ضیاء الدین صاحب یا کسی دوسرے شخص نے عالم رویا یا عالم واقعہ میں دیکھا تھا کہ متلاطم سمندر میں ایک جانب اعلیحضرت حاجی صاحب اور دوسری جانب حضرت حافظ ضامن صاحب جہاز کو کندھے پر رکھے ہوئے آگے کو دھکیلتے اور موجوں کے تھپیڑوں سے اُسکی حفاظت فرماتے جارہے ہیں اور کہتے ہیں "گھبراؤ نہیں" الغرض حق تعالیٰ نے اس مصیبت کو دنیاوی رحمت بھی بنایا اور طوفان آپ کو بحری سفر کے جلد قطع ہونے کا ذریعہ گردانا چنانچہ بخیر و عافیت سارا قافلہ کئی بندرگاہوں پر ٹھیر کر جدہ پونہچا اور وہاں سے حضرت امام ربانی قدس سرہ تمام ہمراہیوں سمیت اونٹوں پر سوار ہو کر مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔

بلدۃ الحرام میں حج و عمرہ کے علاوہ اپنے شیخ برحق مرشد العرب و العجم اعلیحضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے فیض صحبت کی جو جو نعمتیں آپنے حاصل فرمائیں اُن کا کسی کو علم ہی کیا ہے جو بیان کیجائیں مختصر یہ ہے کہ جب تک آپ مکہ معظمہ میں مقیم رہے فرط محبت کے باعث آپکو اعلیحضرت نے اپنے ہی پاس رکھا حج کیلئے عرفات جاتے وقت آپ کا اونٹ اعلیحضرت نے اپنے اونٹ کے متصل کیا اور منیٰ و مزدلفہ میں آپکو اپنے ساتھ ہی لگا رکھا آپ نے مکہ معظمہ میں خواب دیکھا کہ ابدال جیسے اہل خدمت اولیاء کا ایک گروہ جارہا ہے اور آپ انکو دیکھ رہے ہیں آپ فرماتے تھے کہ میں نے خواب ہی میں دعا مانگی کہ یا اللہ مجھے بھی ان سے لاحق کردے" یہ دعا مانگ کر میں اُن کے پیچھے دوڑا اور انکی جماعت میں جا ملا صبح کو یہ خواب اعلیحضرت سے ذکر کیا تو مسکرا کر فرمانے لگے "پھر اب کیا چاہتے ہو لاحق تو ہو گئے" بلدۃ الحرام ہی میں آپنے یہ خواب دیکھا کہ آپ کے ہاتھ کی چاروں اُنگلیوں سے خون جاری ہے دو سے بکثرت اور تیسری سے کم اور چوتھی سے اور کچھ کم آپ فرماتے تھے کہ میں نے یہ خواب مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی سے بیان کی تو یہ تعبیر دی کہ تمہاری چاروں نسبتیں جاری ہونگی دو کا جریان بہت زیادہ ہوگا اس خواب کے بیان فرمانے کے بعد بکمال تواضع ارشاد فرمانے لگے کہ "اُسوقت سے ابتک منتظر ہوں مولوی مظفر حسین صاحب زندہ ہوتے تو کہتا کہ آپ ہی نے تعبیر فرمائی تھی لیجئے اب کچھ کیجئے"۔

مکہ معظمہ ہی میں آپ مقیم تھے کہ بدن مبارک میں خارش کا اثر محسوس ہوا اور دن بدن زیادتی ہوتی گئی آپ جس لازوال دولت سے مالا مال ہونے کے لئے گنگوہ سے چلے تھے اُسکے تحصیل کی مشغولیت اور حضور

بیعت حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبہٹوی مدظلہ

امام ربانی قدس سرہٗ کے مسند وار حالات جلیلہ کی تلاش سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ جسطرح اعلیحضرت حاجی صاحبؒ کے دست مبارک پر علماء میں سب سے پہلے حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ نے بیعت کی اسی طرح حضرت مولانا قدس سرہ کے دست مبارک پر علماء عصر میں سب سے اول حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ دامت فیوضہم نے بیعت کی ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اعلیحضرت حاجی صاحب کی بھاوج کا وہ سچا خواب جس میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم رویا میں تشریف لاکر یوں فرمایا تھا کہ "اٹھ حاجی امداد اللہ کے مہمان علماء ہیں انکی روٹی میں پکاؤنگا" اسطرح عالم ظہور میں آئی کہ بلا توسط پہلے مہمان امام ربانی ہوئے اور روحانی نسل میں بتوسط پہلی بہاتی حضرت مولانا انبہٹوی کے نصیب میں آئی ہلم جرا۔

چونکہ سوانح امام ربانی میں بحیثیت کمال شیخ الشیوخ قطب صمدانی قدس سرہ مولانا انبہٹوی کا بیعت ہونا قابل اندراج معلوم ہوا اسلئے بعینہ وہ تحریر درج کرتا ہوں جو میری سائلانہ درخواست پر خود حضرت مولانا نے ارسال کی تھی وھوہذا۔ حامداً ومصلیاً بندہ ناچیز خلیل احمد عفی عنہ اپنے برادران طریقت کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ حضرت مخدوم العالم امام ربانی مولانا الحافظ الحاج مولوی رشید احمد قدس سرہٗ کے واقعہ رحلت کے بعد جب خدام کے قلوب نے فی الجملہ قرار پکڑا تو از کہ تامہ سب کی دلی یہ خواہش اور آرزو تھی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حالات جمع کئے جائیں اور آپکے مکتوبات شریفہ جدا فراہم کرکے شائع ہوں اور آپکے مضامین عالیہ جو متعلق شرح مشکلات احادیث درس کے وقت بعض علماء نے فراہم کئے ہیں انکو جداگانہ طبع کراکر شائع کرایا جائے۔ حق تعالیٰ شانہ نے جسطرح آپکی ذات بابرکات کو اپنی وسیع رحمت کا میزاب اور بے پایاں فیض کا چشمہ بنایا تھا اسی طرح آپکی رحلت کے بعد بھی ہر ایک قریب وبعید آپکے دریائے فیض سے جرعہ نوش رہے مگر مثل مشہور ہے کہ ہاتھی کا بوجھ ہاتھی ہی اُٹھا سکتا ہے ہر ایک شخص اس بار کو اُٹھا نہیں سکتا تھا ایک عرصہ تک اسی میں کشمکش وپیچ رہا بالآخر یہ قرار پایا کہ یہ عظیم خدمت مولانا الحاج مولوی عاشق الٰہی صاحب کے جو اس خدمت کے ہر طرح اہل ہیں تفویض کیجائے اور ہر شخص اپنی یادداشت کے موافق حالات لکھکر انکو دیدے اور وہ انہیں سے انتخاب کرکے ایک مجموعہ مرتب کریں چنانچہ انہوں نے بطیب خاطر قبول فرمایا اور اس ناکارہ کو بھی امر فرمایا کہ حضرت رحمۃ اللہ کے احوال کے متعلق معلومات کا ذخیرہ جسقدر تیرے پاس ہو

ہو جاتی تھی والدہ ماجدہ چونکہ غایت درجہ منتظم و مدبرہ تھیں اسلئے صاحبزادی کی اُس انتظامی قابلیت کا پوچھنا ہی کیا جسکے کام میں لانے اور مستقل طور پر دوسرا گھر چلانے کا وقت قریب آلگا تھا۔ غالباً یہی سال تھا کہ مولوی ابوالنصر صاحب حج سے واپس ہونے کے بعد مرض شقیقہ میں مبتلا ہو گئے صبح ہوتے ہی سر میں ایک جانب درد شروع ہو جاتا اور جوں جوں دن چڑھتا تھا درد بڑھتا رہتا تھا ہر چند علاج کئے مگر افاقہ نہ ہوا آخر حکیم تفضل حسین صاحب کا معالجہ شروع ہوا جو یونانی طبیب ہونے کے علاوہ عامل بھی تھے حکیم صاحب نے دوا کا استعمال بھی کرایا اور عملیات سے بھی کام لیا مگر درد میں جبہ برابر بھی تخفیف بلکہ کسی درجہ میں زیادتی ہی ہوتی رہی بیچارے مولوی ابوالنصر علاج کرتے کرتے تھک گئے جو کچھ بن پڑا وہ کیا اور جس نے بھی کوئی دوا بتائی وہ استعمال کی مگر جب لاچار ہو گئے تو تھک کر بیٹھ رہے چند دور اندیش سمجھدار رشتہ داروں کا خیال اسطرف گیا کہ مولوی ابوالنصر مریض نہیں بلکہ مسحور ہیں کسی دشمن نے سحر کر دیا ہے پس دوا دارو فضول ہے عمل اور تعویذ ہونا چاہیئے۔

سحر کا خیال آیا تو ساحر کی تفتیش ہوئی اور خیال دوڑایا گیا کہ کس شخص کو اس ناشائستہ حرکت کی جرأت ہوئی آخر غلبہ ظن اس جانب ہوا کہ اس امر شنیع کے مرتکب وہ دونوں رافضی ہیں جنہوں نے شقیقہ سے چندروز قبل ایک مقدمہ میں مولوی ابوالنصر صاحب کے ہاتھوں سخت زک اُٹھائی ہے۔ اکثر قرائن سے اس خیال کی تائید بھی ہوئی اِن دونوں میں ایک شخص کا نام صادق علی تھا اور دوسرے کا نام خدا جانے کیا تھا مگر بھولو کے عرف سے معروف اور مشہور تھا یہ دونوں شخص سید اور آل رسول ﷺ کہلاتے تھے مگر رفض کے سبب اپنے مذہبی اصول کے موافق عام سنیوں سے عداوت رکھتے اور نقصان واذیت پونہچانے کو اجر و ثواب کا کام سمجھتے تھے اور مولوی ابوالنصر صاحب سے تو عدالت میں ایسا نیچا دیکھا تھا جسکا خار مرتے دم تک نکلنا دشوار تھا اسلئے یہ خیال بالکل صحیح تھا کہ انہوں نے مولوی ابوالنصر صاحب پر سحر کرایا جسکا ثمرہ وہ شقیقہ پیدا ہوا جسکے علاج سے اطباء عاجز ہو گئے۔

ایک دن حضرت امام ربانی دولتکدہ میں تشریف فرما تھے صاحبزادی صاحبہ پاس کھڑی تھیں کہ آپکی اہلیہ مرحومہ نے نہایت افسوسناک لہجہ سے کہا کہ "دیکھئے میرے بھائی (مولوی ابوالنصر) کی جان بھی آگئی یا نہیں انپر تو دشمنوں نے سحر کرا دیا" اس کلمہ کے سننے سے یکایک حضرت نے اوپر گردن اُٹھائی اور خلاف عادت ایک تیز نظر سے دیکھکر یوں ارشاد فرمایا کہ "سحر کیا ہے؟ اگر کرایا ہے تو وہ خود ہی نہیں رہیگا اور دوسرا اندھا ہو گیا

"اندھا ہو گیا" ماضی کا صیغہ تھا جو گزشتہ زمانہ میں وقوع کی اطلاع دے رہا تھا حالانکہ صادق علی بالکل تندرست اور سالم الاعضاء تھا البتہ بھولو کے ایک آنکھ نہ تھی تاہم کانے کو بھی اندھا نہیں کہا جاتا اس لئے صاحبزادی صاحبہ نے تعجب کے لہجہ میں عرض کیا کہ "اندھا؟ ابا اسکے ایک آنکھ تو ہے" حضرت قدس سرہ نے جواب دیا "اجی وہ بھی گئی سمجھو اور دوسرا بھی گیا"۔

حضرت کے یہ جوشیلے الفاظ جو پیارے جان نثار اور سفر کے مخلص خدمتگار بھائی پر دشمن کی ایذا رسانی کے صدمہ سے نکلے تھے خدائی تیر تھے جو نشانہ سے چوکنا جانتے ہی نہ تھے چنانچہ جس روز کا یہ واقعہ ہے اس سے اگلے دن صادق علی کو دفعۃً ہیضہ ہوا جس سے جانبری نہ ہو سکی اسدن زندہ مگر مرض میں مبتلا رہا اسہال واستفراغ نے چین نہ لینے دیا آنکھیں گڑ گئیں چہرہ اور تمام بدن پر تحیت پھیل گئی اور اگلے دن منوں مٹی کے نیچے پہنچ گیا۔ صادق علی کا ہیضہ میں دفعۃً انتقال کر چند گھنٹوں میں زمین زیر و زبر ہو گئی کہ آج بالائے زمین تھا اور کل زیر زمین ایسے موسم میں واقع ہوا کہ بستی بھر میں اس وبائی مرض کا کہیں نام ونشان بھی نہ تھا ایک ماہ گزرنے نہ پایا تھا کہ صادق علی کا رفیق بھولو جو ایک آنکھ سے معذور تھا دوسری بھی کھو بیٹھا اور پٹ اندھا ہو گیا صاحبزادی صاحبہ فرماتی ہیں کہ میری عمر میں حضرت قدس سرہ کی یہ پہلی کرامت تھی جس کو میں نے دیکھا اس سے قبل مجھے کوئی معاملہ ایسا دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا جسکو میں کرامت کہہ سکتی الغرض دونوں دشمنوں کا یہ حشر ہوا اور مولوی ابوالنصر صاحب کے مرض میں کمی شروع ہو گئی یہاں تک کہ چند روز میں بالکل تندرست ہو گئے اور بلا کسی دوا دارو یا عمل وتعویذ کے شقیقہ سے نجات پائی۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ سفر حج سے واپس آنے اور مرض سے نجات پا چکنے کے بعد اپنے قدیمی شغل تدریس میں مشغول ہو گئے تھے۔ اتباع سنت محمدیہ اور محبت شریعت نبویہ میں آپکو جو لذت حاصل ہوتی تھی اسکی حلاوت دن بدن بڑھتی جاتی تھی آپکو طریقہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بالطبع وہ رغبت پیدا ہو گئی تھی کہ آپ پیش آنے والے جملہ معاملات اور خانگی امورات تک میں بطحائی سادہ قانون کی اطاعت لازمی سمجھتے تھے۔ آپ چاہتے تھے کہ مردہ سنتوں کے احیاء کی زندہ مثالیں اپنی زندگی میں چھوڑ جاؤں اور موت وزیست کے غمی وشادی کے واقعات کو شریعت کے سانچہ میں ڈھالکر دنیا کو دکھلا دوں کہ دنیا کی ضرورتیں متبع سنت بنکر کسطرح پوری ہوتی ہیں۔ اسی طبعی مقتضی پر آپ کا دل خواہش کرتا تھا کہ صفیہ خاتون کا نکاح نہایت سادہ اور خاتون جنت فاطمۃ الزہراؓ کے نکاح کا نمونہ ہو۔

وضو کا اہتمام ایک دو اسٹیشن پہلے سے ہوتا تھا جنکو وضو ہوتا وہ فکر اور کوشش کے ساتھ پانی حاصل کر کے وضو کرتے اور وضو کے بعد کئی کئی وقت تک وضو کی نگہداشت و محافظت رکھتے تھے۔ جنکو پانی نہ ملسکتا وہ تیمم کرتے اور نماز میں شریک ہو جاتے تھے کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکتے تو بیٹھکر پڑھتے تھے غرض یہ ممکن نہ تھا کہ شرعی سہولت پر عمل نہ کریں اور اس شیطانی وسوسہ پر کہ "اسطرح نماز سے جی خوش نہیں ہوتا" نماز کو ترک کر دیں چنانچہ اس قافلہ کی یہ بات مشہور ہے کہ قافلہ میں ایک بوڑھے شخص مزاج کے وہمی تھے اُنہوں نے تیمم کے لیئے مٹی کا لوٹا خاص کر رکھا تھا ہاتھ مارتے مارتے وہ کالا پڑ گیا تھا۔

امامت اکثر حضرت امام ربانی قدس سرہ یا مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے اور کبھی کبھی کوئی تیسرا شخص بھی کھڑا ہو جاتا تھا نماز نہایت ہلکی پڑھی جاتی اور ساری شرعی ضروریات اور سہولت کا لحاظ رکھا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ کسی اسٹیشن پر گاڑی ٹھیری اور مولوی سخاوت علی انبہٹوی کو امام بنا کر قافلہ نے پلیٹ فارم پر صف بندی کرلی مولوی سخاوت علی صاحب نے قرأت میں تطویل کی اور رکوع وسجدہ بھی سفری ضرورت سے زیادہ طویل کیے جسوقت سلام پھیرا تو حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا "کہیں ایسی نماز ایسے سفر میں پڑھی جاتی ہے؟" چنانچہ آیندہ کے لیئے سب کو تنبہ ہو گیا اور سب سمجھ گئے کہ شریعت نے جو سہولت کسی امر میں عطا فرمائی ہے اُسکو قبول نہ کرنا احسان فراموشی اور سوء ادب ہے اسکے بعد جب نماز ہوئی وقت اور محل اور گنجایش وطبایع مصلّین کا لحاظ رکھکر ہوئی۔

راستہ میں بہتیری کرامتیں ان حضرات سے صادر ہوئیں چونکہ مختصراً قصہ سفر بیان کرنا مقصود ہے اسلئے اُن سے چشم پوشی کی گئی البتہ ایک موقع کا تذکرہ برسبیل ذکر سفر کر دینا ضروری ہوا۔

حضرت کے بھانجہ مولوی عزیز الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں فجر کا وقت تھا صبح صادق ہو چکی تھی کہ ایک اسٹیشن پر ریل ٹھیری ماموں صاحب (حضرت مولانا قدس سرہ) اُترے وضو کیا اور دو سنتیں پڑھیں جماعت فجر کا تہیہ دیکھکر ریل میں جسقدر مسلمان سوار تھے قریب قریب سب اُتر کھڑے ہوئے اور جلدی جلدی وضو کر کے شریک نماز ہو گئے کئی صفوں کی جماعت پلیٹ فارم پر نہایت وقار و اطمینان کے ساتھ ہو رہی تھی کہ ریل نے سیٹی دیدی۔ بیسیوں نمازی ریل کی آواز پر نیت توڑ توڑ کر جلدی جلدی ریل میں سوار ہو گئے اور لگے ہنسنے اور قہقہے مارنے کہ "خوب نماز پڑھی بھئی خوب نماز پڑھی"

حضرت امام ربانی مع اپنے ہمراہیوں کے اُسی اطمینان کے ساتھ نماز میں مشغول رہے بے تشویش و

اضطراب کا کوئی اثر لہجہ یا آواز تک میں پیدا نہیں ہوا خدا کی شان ہے کہ اِدھر نماز ہو رہی تھی اور اُدھر ریل چیخ رہی تھی مگر ایک قدم آگے کو سرک نہ سکتی تھی یہاں تک کہ نمازیوں نے سلام پھیرا اور مختصر دعا مانگ کر ریل میں سوار ہو گئے حضرت امام ربانی کا مع اپنے قافلہ کے سوار ہونا تھا اور ریل کا چلدینا اس موقع پر پونے منٹ کا وقفہ ہوا جسکو تیز رفتار گاڑی نے آگے جا کر پورا کیا۔ ریل کا توقف اور چل نہ سکنا کرامت حسّی تھا جسکو ناظرین باوقعت سمجھتے ہیں مگر مؤلف کے نزدیک حضرت امام ربانی کی استقامت اور نماز میں مشغولیت ومحویت کی وہ پختگی جس نے ریل کی سیٹی اور آواز کیطرف دھیان بھی پیدا نہونے دیا وہ معنوی کرامت ہے جو اہل بصیرت کے نزدیک زیادہ بصیرت کا باعث ہے پس اگر ریل اس موقع پر روانہ بھی ہو جاتی اور آپکو دوسری گاڑی میں سفر کرنا پڑتا تب بھی اس معنوی کمال میں کچھ فرق یا کمی نہ آتی اس قسم کے معنوی کمالات قدم قدم پر اس مقدس مجمع سے ظاہر ہوتے جاتے تھے مگر ظاہر بیں چونکہ حسّی خرق عادت کو کمال سمجھتے ہیں اسلئے حق تعالیٰ کی طرف سے اُسکا بھی ظہور ہو گیا تاکہ نیت توڑنے والوں اور ہنسنے والے گروہ کو تنبہ ہو جائے اور یہ واقعہ بالتخصیص انکی ہدایت کا ذریعہ بنجائے۔

بمبئی پہنچکر قافلہ کو بائیس ۲۲ دن ٹھیرنا پڑا روزانہ جہاز کا انتظار رہتا مگر اگبوٹ تھا کہ آنے کا نام نہ لیتا تھا۔ لوگ گھبراتے اور تنگ آئے جاتے تھے ایک دن حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرمانے لگے کہ "آج معلوم ہوا ہے سارے قافلہ کو مولانا محمد قاسم صاحبؒ روک رہے ہیں انکے چند رفقاء و متوسلین ضلع مظفر نگر سے آنے والے ہیں جب تک وہ نہ آجائینگے اُسوقت تک نہ جہاز آوے نہ جاوے" چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مظفر نگر کا قافلہ جسدن بمبئی پہنچا اُسی دن ایک جرمنی جہاز کا حاجی قاسم نے ٹھیکہ لیکر شام ہی کو ٹکٹ کھولدیا اور فروخت کرنا شروع کر دیا چھتری کا محصول دلیعہ اور تحق کا کرایہ وصیعہ اکثر قافلہ نے تحق کے ٹکٹ لئے اور ان حضرات کے پاس مابقی قافلہ کی معیت میں چھتری کے ٹکٹ آئے اگلے دن کشتیاں کنارے پر آلگیں اور جدہ کے جانے والے سارے مسافر جہاز پر سوار بھی ہو گئے دوسرے دن جہاز نے عرب کی جانب رُخ پھیرا اور رخصتی سیٹی بجا کر روانہ ہو گیا۔ جہاز کا کپتان نصرانی المذہب تھا مگر شریف خاندان اور خلیق طبع اسلئے جہاز کے مسافروں کو بہت ہی راحت ملی جس نے جہاں چاہا بستر لگایا اور جسجگہ آرام ملا اُسپر قبضہ جمالیا کپتان آتا تو راستہ میں جگہ نہ ملنے کے باعث ہنستا مسکراتا اور "حاجی بابا ذرا سا رستہ دیدو ہم نکل جائیں" کہتا ہوا چلا جاتا تھا۔ جہاز میں بڑی لمبی صف بندی ہو کر

مذکور تھا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر ایک حالت طاری ہوگئی تھی جبکہ سیدنا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بام کعبہ پر آکر اللہ کا نام لیا اور اب تو سیدنا حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ نے آنکھوں سے دکھا دیا اور دل کو مزہ چکھا دیا۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے چند یوم دیوبند میں قیام فرمایا اور آخر براہ سہارنپور گنگوہ واپس تشریف لیگئے سہارنپور کا مدرسہ مظاہر العلوم جسکو مدرسہ عالیہ دیوبند کا مماثل و عدیل کہنا چاہئے اپنے افتتاح کے وقت سے بہتری او اہتمام خاصان خدا بابرکت رفتار پر چل رہا تھا اُسکی عمر بھی اٹھارہ سال کے قریب پہنچ لگی تھی دو مہینے بعد انیسواں سال شروع ہونیوالا تھا اِس اٹھارہ سال کی مدت میں بہت اشخاص فارغ التحصیل نکلے اور نصاب نظامیہ کو تمام کرکے اپنے ملک وطن اور اِدھر اُدھر دیگر بلاد میں منتشر ہو چکے تھے اہل سہارنپور کو چونکہ اب تک دستار بندی کے جلسہ کیطرف مطلق توجہ نہوئی تھی اسلئے کوئی جلسہ وہاں منعقد نہیں ہوا تھا چنانچہ اب جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ دیوبند سے فارغ ہوکر سہارنپور تشریف فرما ہوئے تو مولانا مولوی محمد مظہر صاحبؒ نے دو فارغ التحصیل طلبہ کو دستار فضیلت باندھنے کی خواہش ظاہر فرمائی جسکو حضرتؒ نے بخوشی قبول فرمایا اور جامع مسجد میں بعد نماز جمعہ جناب مولانا مولوی فخر الدین صاحب گنگوہی زید فضلہ اور مولانا حافظ محمد جان صاحب پنجابی حال قاضی ریاست ٹونک کے سر پر دست مبارک سے دستار باندھی اسطرح ایک ہفتہ کے اندر دونوں دینی مدرسوں کے جلسے دستار بندی سے بخیر و خوبی اور حسن انتظام و خوش اسلوبی فراغت حاصل ہوئی اور قطب العالم قدس سرہ نے گنگوہ مراجعت فرمائی +

الحمد للہ کہ حصہ اول جس میں شرعیات کے عنوانات کا غلبہ ہے ختم ہوا دعا فرمائیے کہ حصہ دوم جسمیں طریقت اور اسکے متعلقات کا بیان ہوگا جلد آپکے ملاحظہ میں آئے اُمید ہے کہ شروع ذی الحجہ میں وہ بھی آپکے ہاتھ میں ہوگا اب میں آپ سے رخصت ہوتا ہوں ہاں مشورۃً یہ عرض کرنا ہے کہ سلوک اور سچے تصوف کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے آپکا جی چاہے تو رسالہ **تبلیغ دین** ملاحظہ فرمائیے جو امام غزالی کی کتاب اربعین کا سلیس اردو ترجمہ ہے صرف آپ حضرات کیلئے اُسکی قیمت بجائے ۱ر کے ۸ر کرتا ہوں اُسکو غور کے ساتھ ملاحظہ فرمانے کے بعد جو کیفیت آپکے قلب پر طاری ہوگی اُسکے نفع کا آپ خود اعتراف کرلیں گے اور پھر حصہ دوم کے مطالعہ میں جو لطف آئیگا وہ انشاء اللہ وصول الی اللہ کا وہ کھلا ہوا راستہ آپکو بتائیگا جسکی آپکو بلکہ ہر مسلمان کو طلب و خواہش ہے۔ روحانی امراض اور اُسکی تشخیص کے بعد کامل معالجہ سے آگاہی اگر ضروری ہے تو یہ کتاب آپ کے ملاحظہ سے ضرور گزرے گی والسلام نعم الختام +

تمت